کنز تفسیر

آیتِ مودتؑ

(فضائل اہلبیت)

مصنف: صدر الشریعہ حضرت مولانا

مفتی محمد عتیق

کنز تفسیر

آیتِ مودت

(فضائل اہلبیت)

مصنف: صدر الشریعہ حضرت مولانا

مفتی محمد عتیق

حق حق حق

کنز تفسیر

آیتِ مودّت

(فضائل اہل بیت)

مصنّف

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ

شاہ مُفتی مُحمد عتیق فرنگی محلی علیہ الرحمہ

تخریج وتقدیم

مولانا محمد انتخاب عالم چشتی صابری استاد جامعہ چشتیہ

ناشر:

شعبۂ نشرواشاعت جامعہ چشتیہ

المتعلقہ

خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ رُدولی شریف

ضلع فیض آباد، یو.پی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	کنز تفسیر آیت مؤدت (المعروف فیض سادات)
مصنف	:	صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی اعظم فرنگی محلی علیہ الرحمہ
تقدیم وتخریج	:	مولانا محمد انتخاب عالم چشتی صابری استاد جامعہ چشتیہ
پروف ریڈنگ	:	مفتی نثار اشرفی ومولانا حسین اختر مصباحی اساتذہ جامعہ چشتیہ
صفحات	:	۱۲۸
سنہ اشاعت	:	۲۰۱۴ء
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)
کمپوزنگ	:	محمد عامر بن عبد الکلیم صدیقی چشتی صابری Mob. : 9807047986 infoaamir13@gmail.com
باہتمام طباعت	:	نور پرنٹرس، لکھنؤ موبائل : ۹۳۳۶۶۲۸۷۳۵
ناشر	:	شعبۂ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف، ضلع فیض آباد
ہدیہ	:	

Phone/Fax:- 05241-235110

Email:- jamiachishtia@yahoo.co.in

Web: www.makhdoom-e-rudauli.org

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۔	شرف انتساب	۵
۲۔	عرض ناشر	۶
۳۔	کلمات تبریک	۷
۴۔	آیت مؤدت	۹
۵۔	عرض حال	۱۶
۶۔	تعارف مصنف علیہ الرحمہ	۲۰
۷۔	مقدمہ	۲۹
۸۔	عرض مصنف علیہ الرحمہ	۷۷
۹۔	کنز تفسیر آیت مؤدت	۸۰
۱۰۔	لفظی تشریحات	۸۲
۱۱۔	اجر کے معنی	۸۲
۱۲۔	مؤدۃ کے لغوی معنی	۸۳
۱۳۔	فی کا استعمال	۸۳
۱۴۔	قربی	۸۴
۱۵۔	استثناء کی تحقیق	۸۴
۱۶۔	خطاب کس سے ہے؟	۸۶
۱۷۔	یہ آیت کہاں نازل ہوئی	۸۶
۱۸۔	شان نزول میں مختلف اقوال	۸۸
۱۹۔	پہلا قول	۸۸
۲۰۔	دوسرا قول	۸۸

۲۱۔	تیسرا قول	۸۹
۲۲۔	چوتھا قول	۸۹
۲۳۔	پانچواں قول	۹۱
۲۴۔	اختلاف کا سبب کیا ہے؟	۹۲
۲۵۔	شان نزول میں تطبیق کی صورت	۹۴
۲۶۔	آیت کی تفصیلی تفسیر	۹۵
۲۷۔	پہلی تفسیر	۹۶
۲۸۔	استثناء کیا ہے؟	۱۰۱
۲۹۔	دوسری تفسیر	۱۰۱
۳۰۔	فائدہ	۱۰۳
۳۱۔	استثناء کا حکم	۱۰۵
۳۲۔	بعض شبہات اور ان کے جوابات	۱۰۶
۳۳۔	آیت منسوخ نہیں	۱۰۹
۳۴۔	تیسری تفسیر	۱۱۱
۳۵۔	چوتھی تفسیر	۱۱۳
۳۶۔	قول صواب کی تحقیق	۱۱۳
۳۷۔	تطبیق کی صورت	۱۱۷
۳۸۔	علماء امت کے اقوال اس آیت سے استدلال	۱۱۸
۳۹۔	تعارف جامعہ چشتیہ	۱۲۳

شرف انتساب

۱۔ حسنین کریمین (حضرت امام حسن مجتبیٰ و سید الشہداء حضرت امام حسین علیہما السلام) کے نام اور ان کے جملہ رفقاء کے نام۔

۲۔ سیدۂ کائنات سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے چمنستان عفت وطہارت کے ان حسین نجوم کے نام جن کے صبر واستقلال سے شجر اسلام کو تازگی ملی۔
یعنی سیدہ زینب، سیدہ شہر بانو، سیدہ صغریٰ اور سیدہ سکینہ علیھن السلام کے نام۔

۳۔ چمنستان زہراء کے ان غنچوں کے نام جنہوں نے کربلاء معلیٰ میں شریعت مطہرہ کی بقاء کے لئے اپنی ننھی ننھی گردنیں کٹا کر ہمیشہ ہمیش کے لئے شجر اسلام کو ہرا کر دیا ہے۔
یعنی حضرت محمد، حضرت ابراہیم اور حضرت امام علی اصغر علیہم السلام کے نام۔

سگ کوچۂ اہل بیت

محمد انتخاب عالم چشتی صابری

عرض ناشر

برصغیر کی خانقاہوں میں خانقاہ حضرت شیخ العالم کی منفرد حیثیت اور نمایاں مقام ہے ہمیشہ سے اکابر علماء وصوفیاء کی مرکز عقیدت رہی ہے سید عبدالرزاق بانسوی، وارث پاک اعلیحضرت فاضل بریلوی مولانا ظفرالدین بہاری قطب علی شاہ بنارسی مولانا محمد حسین الہٰ آبادی جیسی شخصیات نے اپنی جبین عقیدت اس چوکھٹ پر خم کی ہیں اور خانوادۂ فرنگی محل کا تو اس خانقاہ سے ربط و تعلق کافی مضبوط اور قدیمی ہے۔ فرنگی محل جو دین و فضل، عقل وشہامت میں یکتائے روزگار ہونے کے باوجود وقت کے نشیب وفراز کا شکار ہوا ان کے علمی سرمائے کتب ورسائل ناپید ہونے لگے حضرت شاہ عمار احمد احمدی نیر میاں سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم نے قابل قدر علمی سرمائے کو گم نامی کے حجاب سے بچانے کا عزم مصمم کرلیا کہ ہر سال دو یا تین کتابیں منظر عام پر لائی جائیں گی۔ اسی کی ایک کڑی آیت مؤدت ہے جو صدرالشریعہ مولانا عتیق میاں فرنگی محلی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے۔ اہل بیت اطہار کے فضائل ومحاسن پر یہ ایک جامع رسالہ ہے مگر حوالہ جات اور حواشی سے مزین کرنے کے لئے حضور نیر میاں صاحب نے مولانا انتخاب عالم صابری کے سپرد کیا۔ موصوف نے عرق ریزی ومحنت سے اس کے حسن کو دوبالا کرڈالا ہے جو یقینا قارئین کے لئے مفید ومعاون ثابت ہوگا۔ مولیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبول انام بنائے۔

فقط

نیاز احمد اشرفی

ناظم شعبۂ نشرواشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

باسمہ تعالیٰ

کلمات تبریک

اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے ساری خوبیاں اور صلوٰۃ وسلام کا حسین گلدستہ ھدیۃً تحفۃً بارگاہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پیش ہے حمد وسلام کے بعد ابتداءً میں یہ بات واضح کرتا چلوں کہ علماء متقدمین کی تصنیفات اور اہل سنت والجماعت کے معمولات ومعتقدات پر مشتمل مکتوبات ہمارے لئے سب سے بڑا سرمایہ ہے اور یہ بھی سب پر عیاں ہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے جتنے بھی ذرائع ووسائل ہیں ان میں سب سے زیادہ دیرپا و مؤثر طریقۂ تحریر ہے اس کی پشت پناہی جنہیں جتنی حاصل ہوئی انہیں اتنی ہی ترقی ملی۔ دشمنان اسلام نے بھی اس کو اپنا ہتھکنڈا بنایا لیکن صد سلام ان نفوس قدسیہ پر جنہوں نے کسی میدان کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا اور ہر محاذ پر باطل قوتوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

دور حاضر میں میں سمجھتا ہوں کہ اس عمل کو تیز سے تیز تر ہونا چاہئے تاکہ ہم ہر پیش آئند مسائل کو جدید نسل کے لئے آسان سے آسان تر بنادیں تاکہ ان کے لئے دین کو سمجھنا اور عمل درآمد ہونا آسان ہو۔ جامعہ چشتیہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ کے روحانی مشن کا ایک مضبوط ومستحکم فصیل ہے جس نے میدان تصنیف وتالیف اور تخریج وترتیب کتب کا ایک ذمہ دار قدم اٹھایا اور بہت کم مدت میں عقائد اہل سنت کو اس کے ذریعہ لوگوں تک پہونچایا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

جامعہ چشتیہ کے شعبۂ تصنیف وتالیف کی جانب سے اس سال دو کتابیں ''الھدایہ اور کنز مؤدت'' شائع کی جارہی ہیں۔ ثانی الذکر کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اس کے مصنف حضرت علامہ مفتی ابوالقاسم محمد عتیق مفتی اعظم فرنگی محل ہیں آپ نے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک سے محبت کی حقیقت کے گوشوں کو مدلل مگر اختصار کے طور پر پیش کیا ہے یہ کتاب اپنے مضمون وعنوان کے اعتبار سے گرچہ انمول تھی

لیکن اس کے رسم الخط قدیم ہونے کی وجہ سے قابل انتفاع نہیں رہ گئی تھی عزیز القدر مولانا حافظ انتخاب عالم صابری جو ادارۂ ھٰذا کے استاذ ہیں انہوں نے نہایت ہی عرقریزی اور بڑی جانفشانی سے اس کتاب پر تحشیہ وتخریج کا کام انجام دیا ہے اور اس پر کتاب کی مناسبت سے ایک جامع اور سلیس مقدمہ لکھا ہے جو نہایت ہی مدلل ہے اور ساتھ ہی ساتھ صاحب کتاب کا مختصر سوانحی خاکہ بھی پیش کیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ عزیزی انتخاب عالم صابری کے علم میں اضافہ عطا فرمائے اور اس کے قلم کو ثبات اور اسلوب بیان میں مزید نکھار پیدا فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم

شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں

سجادہ نشین ومتولی خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ

دیار حق ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی

۱۱؍ربیع الثانی؍۱۴۳۵ھ مطابق ۱۲؍فروری؍۲۰۱۴ء

آیت مؤدت اہل بیت

وارث مسند علماء فرنگی محل حضرت علامہ مفتی نعیم الحلیم محمد ابو العرفان قادری رزاقی مدظلہ العالی

قاضی شہر وصدر سنی دار القضاء فرنگی محل، لکھنؤ

اما بعد: قرآن مقدس کلام الٰہی ہے اور کلاموں کا بادشاہ ہے اس کو سینوں میں محفوظ رکھنا اور زبانی پڑھنا اور معانی ومطالب کا سمجھنا بظاہر بہت آسان معلوم ہوتا ہے اور ہر چھوٹا بڑا عالم وجاہل قرآن فہمی کا دعویٰ کرتا نظر آتا ہے اس کی وجہ بھی قرآن نے خود ظاہر فرما دی ہے۔ اس آیت وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ لیکن شروع قرآن میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ: یعنی قرآن فائدہ پہنچاتا ہے۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ پر عمل کرنے والوں کو۔

نورانی علم ومعرفت والے اور متقی وپرہیزگار علماء جب قرآنی سمندر میں تیرا کی کرتے ہیں تو جس قدر گہرائی میں جاتے ہیں تو وہ انتہائی بے بسی سے اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ ابھی علم ومعرفت میں سے کچھ بھی ہم حاصل نہیں کر پائے ہیں اسلئے کہ رب علیم وحکیم کے بے پایاں علم کو جاننا اور سمجھنے کا دعویٰ کرنا چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ خاکی بندے کیلئے صرف یہی اقرار کافی ہے کہ سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ: پاک ہے اللہ کی ذات ہم کو تو کچھ بھی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہم کو عطا فرمایا ہے، بیشک تو ہی خوب علم وحکمت والا ہے۔

حضرت موسیٰ جب حضرت خضر سے فیضیاب ہو کر اور ان کے علم سے مستفید ہو کر کشتی پر بیٹھ کر واپس ہو رہے تھے تو ایک چڑیا کشتی پر آ کر بیٹھی اور اپنی چونچ سمندر میں ڈال کر پانی لے کر اڑ گئی۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ یہ چڑیا کیا تعلیم دے گئی۔ آپ نے جواب دیا کہ پیاسی ہو گی پانی پی کر چلی گئی، حضرت خضر نے فرمایا کہ نہیں ہم کو یہ تعلیم دے گئی ہے کہ چڑیا کی چونچ میں جس قدر پانی آیا ہو گا، اس سے زیادہ حصہ سمندر علم میں سے ہمارے پاس نہیں ہے۔

جب حضرت کلیم اللہ جیسی جلیل القدر ہستی سب سے زیادہ عالم ہونے کی دعویداری نہیں کرتی ہے تو باقی خاکی بندوں کے علم کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے۔

ایسے بھی سمجھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص کو سونے کا جڑاؤ کنگن ہاتھ آگیا تو وہ اس کی ظاہری چمک دمک اور خوبصورتی کو ہی دیکھ کر اس قدر خوش ہوجاتا ہے کہ پھولے نہیں سماتا ہے اور زمین پر پاؤں نہیں پڑتے ہیں، مگر اس بیچارے کو یہ پتہ نہیں ہے کہ سونے میں کسی نے کتنی ملاوٹ بہت ہوشیاری سے کر دی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں جو جواہرات، ہیرے، موتی، نیلم، یاقوت، پکھراج و فیروزے جڑے گئے ہیں وہ کس قدر قیمتی ہیں، اس کی جڑت کی کیا خصوصیت اور وجوہات ہیں اور جواہرات کی جڑت میں اگر کچھ تبدیلی کر دی جائے تو کیا ہرج اور نقصان و فائدہ کے ساتھ خوبصورتی پر اثر پڑے گا لیکن جب وہ کنگن ماہر فن سنار اور ہوشیار جوہری کے ہاتھ پڑتا ہے تو وہ اس کا پورا پوسٹ مارٹم کرتا ہے۔ بال کی کھال نکالتا ہے، اور ماہرانہ کاریگری ہوشیاری وفنکاری کے ساتھ صحیح قدر و قیمت سے آگاہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی آگاہ کرتا ہے۔

کچھ ایسا ہی حال کلام الٰہی کے الفاظ و معانی اور ان کی جڑت، باطنی حکمتوں اور باریکیوں کے جاننے کا ہے جو اس جڑاؤ کنگن کی قدر و قیمت کے اندازے سے لاکھوں درجہ مشکل و دشوار ہے اور آخر میں ماہرین فن بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ ہماری فہم ناقص میں تو یہ معانی و مطالب ظاہری طور پر اس طرح آتے ہیں لیکن واللہ اعلم بالصواب اور قرآن فہمی کے لئے علمائے حقانی نے الفاظ و معانی کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم وفنون کی تدوین کی۔ ہر لفظ کے مختلف معانی قبیلوں کی بول چال، طریق استعمال کو جاننے کے لئے لغت، الفاظ کی جڑت کے لئے صرف ونحو، فصاحت و بلاغت، معانی و بیان و بدیع، اختلاف قرأت، شان نزول، ناسخ ومنسوخ، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ واصول فقہ، سیر وتاریخ، تصوف وسلوک اور عقائد وکلام، حکمت وفلسفہ ومنطق وغیرہ کو مرتب کر کے معیار بنایا اور قواعد بنائے گئے۔

آج کے دور میں بھی قرآن فہمی اور دینی علوم کے اوپر ریسرچ کرنے کے لئے بڑی محنت اور کوششیں کی جارہی ہیں اور اسباب زندگی میں زیادہ محنت ومشقت نہ کر کے آسان طریقہ سے

دنیاوی فوائد حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ بنایا جارہا ہے، میری معلومات کے مطابق ریسرچ کرنے والوں کا مقصد اصلی صرف یہ ہوتا جارہا ہے کہ الفاظ و معانی میں ہیر پھیر کر کے کس طرح اپنے مفادات پر ڈھالا جا سکتا ہے، جس کی وجہ سے تقویٰ مفقود، راہ ہدایت کے راستے بند اور کوئے ضلالت میں بھٹک کر انسان خدا کا بندہ نہ بن کر بندۂ زر روز میں ہوکر حق سے دور اور دنیا سے قریب ہوتا جارہا ہے۔ دنیاوی مفادات کے حصول کے لئے تفرقہ اندازی اور نفرت وعداوت کے بیج بوکر اسلامی اخوت ورواداری کی روح کو مجروح کر کے اسلام کی آڑ میں اسلامی جڑیں کھوکھلی کی جارہی ہیں اور اس کے پیچھے یہود ونصاریٰ کے دلال وایجنٹ اسلامی نقابوں میں جی جان سے لگے ہیں اور عوام ان فریبیوں کے بآسانی شکار ہورہے ہیں۔

لیکن کل کے لوگوں پر چونکہ رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور سایہ فگن تھا اور تقویٰ و پرہیزگاری ہی ان کا شیوہ تھا، مقصد حیات اللہ تعالیٰ کا علم ومعرفت کا حصول تھا، لہٰذا مفسرین کرام اور محدثین عظام وعلماء مصلحین نے قرآن مجید کی تفسیر اور احادیث کی شرح ومطالب کی وضاحت و تشریح کی۔ کسی کے سامنے کوئی فن پوری طرح حاوی تھا اور کوئی شق غیر واضح یا کم تھی۔ نظریات بھی الگ الگ تھے لہٰذا ایک آیت کی تفسیر یا ایک حدیث کی تشریح میں، یا ایک مسئلہ کی توضیح میں اکثر و بیشتر اختلافات واقع ہوئے جو حقیقت سے دور تو نہیں تھے لیکن پھر بھی الگ سے لگے۔ اس لئے کہ وہ صالح ومتقی و پرہیزگار حضرات حقیقت حال کو بخوبی جاننے اور سمجھنے کے لئے حیران و پریشان تھے تا کہ صراط مستقیم پر گامزن ہوکر اور دوسروں کی رہنمائی صحیح طور پر کر کے تقرب الٰہی کے مستحق بن سکیں اور سنت رسول اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی محنت کے کسی معاوضہ کے طلبگار دنیاوی طور پر نہیں ہوئے، جبکہ آج کی عبادتیں بھی دنیاوی معاوضے اور اجرت کے لئے ہی کی جارہی ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ یعنی ''میری امت کے صالحین میں اختلاف ہونا رحمت ہے'' کا سبب یہی تھا کہ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کے طور پر لوگوں میں شیطانی وسوسے اور شک وشبہات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے اور امت کے لوگ اختلاف کو دور کر کے قلبی اطمینان وسکون کے ساتھ راہ ہدایت پر گامزن ہوکر حکم الٰہی اور فرمان رسالت پناہی

پر کما حقہ عمل پیرا ہو کر فلاح دارین اور محبت نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقدار بن سکیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت شریفہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (آپ فرمادیں کہ میں تم سے دین کی تبلیغ کرنے پر کسی معاوضے کا طلبگار نہیں ہوں سوائے اس کے کہ تم میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرو) اس آیت کی تفسیر وتوضیح وتشریح میں بھی مفسرین کرام اور محدثین عظام کے درمیان مختلف نظریات ہو گئے ہیں اور ہر ایک نے اپنی بات کو دلیلوں سے آراستہ کیا ہے اور حقانیت کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن ہر ایک کے سامنے ساری باتیں نہیں آتی ہیں الگ الگ نظریوں کا اظہار ہو کر ایک عام آدمی کے لئے اصل مطلب کو سمجھنے اور راہ عمل اختیار کرنے میں دشواری نظر آتی ہے اور وہ بھڑ کنے لگتا ہے۔

انہیں وجوہات کے پیش نظر صحیح راہ عمل متعین کرنے کے لئے میرے والد ماجد استاذ محترم، مرشد معظم حضرت علامہ مفتی ابوالقاسم محمد عتیق انصاری، قادری رزاقی نظامی فرنگی محلی، مفتی اعظم و سجادہ نشین درگاہ نظامیہ نے کافی محنت و جانفشانی وعرق ریزی کر کے تقریباً ۱۵۰ کتابوں کے ذخیرہ سے چھان پٹک کر کے حضرت نے آیت مودت کے بارے میں احادیث وتفاسیر میں اختلافات کو یکجا کر کے اتحاد معنی کی صورت پیدا فرمائی اور کتاب کا نام احیاء ا لمیت باثبات اہل بیت تجویز فرمایا لیکن مختلف اقوال کی بحث وتمحیص میں یہ کتاب کافی ضخیم ہو گئی تھی۔ بعض مخلصین کے مشورے پر پھر حضرت نے اس کو مختصر کر کے دوسری کتاب کا نام تاریخی اعتبار سے کنز تفسیر آیۂ مودت بلقب فیوض سادات سے موسوم فرمایا۔ یہ دونوں ہی کتابیں مسودہ کے طور پر کتب خانہ میں موجود تھیں اور منظر عام پر آنے کی نوبت نہیں آسکی تھی، بعض کرم فرما حضرات کے اصرار پر یہ تحفۂ محبت اور ہدیہ خادمانہ سعادت دارین کے لئے پیش خدمت کر کے ناظرین کرام کی دعاؤں کے علاوہ حضرت قبلہ کی خوشنودی کے لئے حقدار بننے کی سعی وکوشش کر رہا ہوں۔

اس کتاب کے دیکھنے سے اہل بیت کرام سے حضرت کی والہانہ عقیدت ومحبت کے علاوہ ایسا لگتا ہے کہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی گئی اور آپ کی باقی تصانیف جیسے سورۂ فاتحہ کی مدلل وضخیم تفسیر، الم نشرح اور والضحیٰ کی تفسیر جس میں بہت سے مباحث کے علاوہ تاریخ

اسلامی کو واضح کرنے کی کوشش ظاہر ہوتی ہے۔ عظمت رسالت کی مظہر ۱۵۰ آیات قرآنی کی تفسیر التوضیح العجیب اور تبویب القرآن، انڈیکس آیات ومطالب قرآنی، مقدمۂ قرآن مجید، تنویر اللمعان لکھنوی ٹکسالی زبان میں مجموعۂ ترجمۂ قرآن سمیت تقریباً ساٹھ کتابیں ہیں جن میں سے کچھ منظر عام پر آ کر مقبول بھی ہو چکی ہیں، دارالافتاء کے بعض فتاویٰ ایسے ہیں جو کتابی شکل میں نظر آتے ہیں، ان میں سے ہر تخلیق ایک شاہکار نظر آتی ہے اور ان کو پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ علم کے سمندر میں غوطہ زنی کی گئی ہے اور آپ کی تصنیفات پر تھوڑی محنت کے بعد پی ایچ ڈی کی جا سکتی ہے۔

جہاں تک آیۂ مودت کی تفسیر کے ذریعے اہل بیت اطہار سے محبت کرنا فرض دین اور بغض و عداوت کو کفر بتایا گیا ہے تو محبت وعقیدت کا اظہار بطور معاوضے کے نہ تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور نہ آپ کے اہل بیت کو بظاہر فائدہ مند ہونا نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو امت کی محبت سے رسول کی تکلیفوں میں کمی نظر آتی، اور کربلا کا دردناک منظر بھی سامنے نہ آتا، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے رب سے بھی کبھی اپنے یا اپنے گھر والوں کے لئے سوال نہیں فرمایا اور نہ کوئی معاوضہ طلب فرمایا، سوائے اپنی امت کی بخشش ومغفرت اور ان کی راحت رسانی کے لئے اور فلاح دارین اور نجات وشفاعت آخرت کے، خود بھوکے رہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر بھی سونے وچاندی کی پہاڑیاں قبول نہیں فرمائیں۔ خود فاقے فرمائے اور اپنے اہل بیت وعلی وفاطمہ کو بھی خوگر بنایا۔ اپنے ساتھ اپنے متعلقین واہل بیت اور اصحاب کرام کو دنیاوی مشقتوں، اذیتوں اور مصائب پر راضی برضاء کر صبر وضبط کا عادی بنا دیا اور کسی کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی۔ خاتون جنت کو دنیاوی لونڈی نہ دیکر تسبیح فاطمہ کے ذریعے دو جہاں کی سرفرازی عطا فرمائی۔ شیر خدا علی مرتضیٰ سے فاقے کرائے ان کی ذرہ بکوادی مگر حضرت سلیمان کے داماد کی طرح دنیاوی ہیرے جواہرات کے بیش قیمتی تاج سے سرفراز نہیں فرمایا، اس لئے کہ یہ نورانی پنجتن پاک اللہ تعالیٰ کے نورانی سمندر کے تیراک تھے ان کے لئے یہ سارے دنیاوی معاوضے اور انعامات خاکی ٹھیکری کی طرح بیکار اور رائیگاں تھے۔ ان کی نگاہیں تو جہانوں کے مالک وخالق کی محبت

ووفاداری، اطاعت وفرمانبرداری پر ٹکی تھیں جن کے حصول کے بعد مالک حقیقی کے قرب سے کائنات کے تمام خزانوں کی کنجیاں خود بخود ان کے دامن میں آنے والی تھیں۔

لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی اور اہل بیت کی مودت خود امت کے مفاد کیلئے ہے۔ نبی نے ہمیشہ امت کی خیر خواہی اور بھلائی کی فکر فرمائی ہے اور ابتداء وانتہاء صرف امت ہی نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اہل بیت کی محبت ایمان میں داخل اور ترقی درجات کا باعث ہے۔ یہاں تک کہ ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام حضرات کی محبت کا اصل مطلب یہ ہے کہ ان کی سنتوں اور طریقوں کو دیکھ کر سیکھ کر اور عمل کر کے ان کی محبت کے قابل اپنے کو بنا کر تقرب الٰہی کی حقداری ہو سکے۔ کیونکہ یہ سبھی ہستیاں ذات رسالت کا پرتو تھیں خاص طور سے اہل بیت تو نور کے ٹکڑے تھے، نبی کا فرمان کہ ”میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، قرآن اور میری عترت واہل بیت جس نے ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا، آپ کا ارشاد میرے صحابہ ستاروں کی مانند تم کو میری روشنی پہونچانے والے ہیں، جس کی اتباع کرو گے کامیاب ہوگے، آپ نے بتایا کہ میری امت کے علماء حقانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح رہنمائی کرنے والے ہوں گے۔ ”اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ“، علماء حق نبیوں کے وارث ہیں۔ حق نمائی اور ہدایت فرمائی کے لئے اور جو شخص کسی کو عمل خیر کرنے کو آمادہ کرتا ہے تو اس عمل صالح کا ثواب راہرو اور راہنما دونوں کو تا قیامت ملتا رہے گا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر اہل بیت سے محبت کرنے والے ان کے راستے پر چل کر اعمال خیر سے سرفراز ہو کر ثواب آخرت حاصل کرنے والے اہل بیت کی محبت کے صدقے میں ہی سرفراز ہوں گے اور اہل بیت سے بغض وعداوت رکھنے والے دنیاوی عذاب تو جھیلیں گے ہی اور آخرت کا حال تو خدا ہی بہتر جانے، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اہل بیت سے محبت کا فرمان خود امت کے لئے صلاح وفلاح دنیا وآخرت کا سبب ہے نہ کہ دنیاوی اجرت کے طور پر رسول اور آپ کے اہل بیت کیلئے مفید ہے اور یہی پہلو مفسرین ومحدثین اور علمائے حقانی کے ارشادات کی وضاحت فرما کر حضرت والا نے اہل بیت اور صاحب بیت کے حضور اپنی عقیدت ومحبت والہانہ

اور وفا شعاری خادمانہ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

اس مدلل تفسیر کا مطالعہ فرما کر انشاء اللہ آپ خود فیضیاب ہوں گے، اتنی سمع خراشی کرنے کے لئے معذرت خواہ ہوں، جذبۂ غلامی نے مجبور بنا دیا کسی بہانے سے ذکر خیر میں اپنے کو بھی شریک کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب آخر میں اپنے لئے اور حضرت والا کے لئے دعائے خیر کا طلبگار اپنی کوتاہیوں پر شرمسار اور معافی کا خواستگار خادم ابوالعرفان دلفگار۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ، وَاحْفِظْنَا مِنْ شُرُوْرٍ، وَانْصُرْنَا عَلٰى اَعْدَائِنَا الْكُفَّارُ، وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْاَخْيَارِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الْاَطْهَارِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ اَصْحَابِهِ الْاَخْيَارِ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارُ، آمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَقِنَا عَذَابَ النَّارُ۔

خادم العلم والعلماء

ابوالعرفان محمد نعیم الحلیم قادری رزاقی، فرنگی محلی

۱۳/۱۲/۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰/۱۱/۲۰۱۰ء

باسمہ تعالیٰ

عرض حال

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ (آل عمران، آیت ۱۶۴)

بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے (عظمت والا) رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلے گمراہی میں تھے۔

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تبلیغ دین کے سلسلے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں وہ بیان سے باہر ہے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کار نبوت کے یہ فرائض عطا ہوئے ہیں کہ تلاوت کلام اللہ کے ذریعے دعوت الی اللہ اور دعوت الی الرسول فرمائیں یعنی اللہ رب العزت کی وحدانیت کا پرچم شرق تا غرب لہرائیں اور ساتھ اپنی رسالت کے سکے قلوب انسانی میں بٹھائیں۔قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے نصوص سے ثابت ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت اپنے نبی کی اتباع میں امم عالم کی طرف مبعوث ہے رب قدیر کا مقدس ارشاد ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون باالمعروف وتنھون عن المنکر۔ (آل عمران، آیت ۱۱۰)	تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

امت مسلمہ فرائض نبوت میں دعوت خیر یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جانشین ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو دعوت، تعلیم وتعلم ذکر وعبادت جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی اور ان اعمال خیر کو دوسرے اشغال پر ترجیح دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہٖ	اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے محنت اور کوشش کیا کرو جیسا محنت کرنے کا حق ہے۔

خواص نے یعنی اکابر امت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض کی ادائیگی میں پوری توجہ اور کوشش مبذول فرمائی اور انہیں کے مجاہدات کا نور ہے جس سے کاشانۂ اسلام میں روشنی ہے۔

دور حاضرہ میں اللہ جل شانہ نے شہزادۂ شیخ العالم عارف باللہ حضور سیدی ومرشدی قبلائی و کعبائی شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے دل میں اسلام وسنیت کے خلاف پروپیگنڈے پر سوز وفکر بے چینی اور امت کے لئے درد، کڑھن اور غم اس درجے میں بھر دیا کہ ہر وقت "جمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم" نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو طریقے اللہ رب العزت کی طرف سے لائے ہیں، ان سب کو سارے عالم میں زندہ کرنے کے لئے مضطرب رہتے ہیں۔ نیز آپ کا قول ہے اور مبلغین کے لئے نایاب مشورہ ہے کہ دین کے لئے جد وجہد اسی وقت مقبول اور مؤثر ہوگی جب کہ جدوجہد میں رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس طریقہ زندہ ہو اس سلسلے میں ایسے داعی تیار ہوں جو اپنے علم وعمل میں زہد وتقویٰ، فکر ونظر، طریق دعوت اور ذوق حال میں انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ تبلیغ سے خاص مناسبت رکھتے ہوں یعنی نہ اخلاص کا فقدان ہوں نہ اخلاص نیت میں کمی وکجی ہو۔ صحت ایمان اور ظاہری عمل صالح کے ساتھ ان کے باطنی احوال بھی منہاج نبوت پر ہوں محبت الٰہی، خشیت الٰہی اور تعلق مع اللہ کی کیفیت ہو۔ ریا اور دکھاوے کی بو دور دور تک نہ ہوں۔ اخلاق وعادات وشمائل میں اتباع سنن نبوی کا اہتمام

ہو۔ حب للہ، بغض للہ، رأفت ورحمت باالمسلمین اور شفقت علیٰ الخلق ان کی دعوت کا محرک ہو اور انبیاء علیہم السلام کے بار بار دہرائے ہوئے اصول کے مطابق سوائے اجر الٰہی کی طلب کے کوئی مقصد نہ ہو۔ دور حاضرہ میں اسلام پر ہر طرف سے حملے کے منصوبے احکام اسلام کو پامال کرنے کی ناپاک کوششیں، ذات مصطفی، اصحاب مصطفی، ازواج مصطفی اور اولاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف آئے دن نئی نئی تحریکیں وجود میں آرہی ہیں۔ انہیں تمام وجوہات کے پیش نظر رہبر راہ شریعت حضور نیر ملت سیدی ومرشدی شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں مدظلہ العالی نے فروغ اسلام، شریعت مطہرہ کی بقاء اور تحفظ ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مبنی بر اخلاص علماء حفاظ اور قراء کی جماعتوں کو ان کے حسب مراتب تشکیل دی اور قائدانہ قدم اٹھا کر اکابر علماء (خصوصاً علماء فرنگی محل) کی نایاب اور مستند کتابیں (جو مختلف موضوعات پر ہیں) منظر عام پر لانے کی سعی بلیغ فرمائی اور یہ کام پچھلے دس سال سے جاری ہے۔

زیر نظر کتاب ''تفسیر آیت مودت'' یعنی فیوض سادات جو اہل بیت نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک حسین گلدستہ ہے۔ جس کو صدر الشریعہ، بدر الطریقہ استاذ الاساتذہ حضرت ابوالقاسم محمد عتیق قادری رزاقی مفتی اعظم فرنگی محل علیہ الرحمہ نے تحریر فرما کر قوم وملت پر بڑا احسان فرمایا ہے اور غداران اہل بیت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانوں اور ناپاک تحریروں کو ہمیشہ ہمیش کے لئے بند فرما دیا ہے۔

حضرت مولانا نے اس کتاب میں علمی دقائق اور نکات کے جو موتی بکھیرے ہیں وہ اس وقت دائرۂ تحریر سے باہر ہے۔ حج بیت اللہ شریف کے بعد جب آپ علیہ الرحمہ وطن (فرنگی محل) تشریف لائے تو بعض احباب نے اصرار کیا کہ اہل بیت نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں آپ کوئی کتاب تحریر فرمادیں تو آپ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام احیاء المیت باثبات محبت اہل بیت رکھا کتاب کی طوالت کی وجہ سے پھر اصرار بڑھا کہ بطور اختصار ایک رسالہ تحریر فرمادیں تو آپ نے اسی کتاب (احیاء المیت) سے ایک رسالہ جو صرف تفسیر آیت مؤدت پر مشتمل ہے تحریر فرمایا اور اس کا نام کنز مؤدت رکھا۔ لہٰذا یہ کتاب احیاء المیت ہی سے ماخوذ ہے۔

تقدیم اور تخریج کا کام حضور نیر ملت قبلۂ بابرکت نے اس حقیر سراپا تقصیر کے سپرد فرمایا میں اس لائق تو نہ تھا، مگر جب حضور پیر ومرشد کا حکم ہوا تو فقیر کے لئے راہ فرار کی گنجائش نہ رہی اور حضور والا کے قدموں کی برکت سے ہم نے اس کام کا آغاز کر دیا۔

حتی المقدور جہاں تک ممکن ہوسکا ہم نے حوالے اخذ کرنے کی سعی کی اور ہر صفحہ پر نیچے حاشیہ میں کتابوں کے نام جلد اور صفحات نیز مصنفین کے نام نوٹ کر دیئے ہیں۔

تلاش بسیار کے باوجود چند حوالے دستیاب نہ ہو سکے جن کو ہم حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے اخلاص پر اکتفا کرتے ہیں۔ کتاب ہٰذا کی تقدیم، تخریج اور تعارف میں بشری لغزشیں ممکن ہیں لہٰذا اہل علم حضرات سے پرخلوص درخواست ہے کہ جو چیز اصلاح کے لئے ضروری سمجھیں بواسطۂ اللہ ورسول ضرور بالضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تلافی ہوسکے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجا ہے کہ رب قدیر اس کتاب کو عوام وخواص میں مقبول فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

خاک پائے پیر ومرشد

محمد انتخاب عالم چشتی صابری

۱۱/ربیع الثانی/۱۴۳۵ھ مطابق ۱۲/فروری/۲۰۱۴ء بروز بدھ

باسمہ تعالیٰ

تعارف مصنف علیہ الرحمہ

یہ بات ہر خاص و عام پر واضح رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نائبین ہیں جنہیں اسلام کی سچی معرفت حاصل ہے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کے نور سے ان کے قلوب کو منور فرمایا قرآن مجید میں ہے:

نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم   انکا نور انکے آگے اور انکے پیچھے پھیل رہا ہوگا۔

اللہ رب العزت نے اپنے مقربین کی زبان میں وہ چاشنی عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے پوری کائنات کے انسانوں کے قلوب کو نور خدا سے منور فرمادیا ان مقبولان الٰہی نے اپنی زندگی میں عوام کیلئے وعظ ونصیحت اور خواص کیلئے درس وتدریس اور اس دار الفناء سے دار البقاء کی جانب رحلت فرمانے سے قبل اپنے بعد والوں کے لئے تحریری شکل میں انمول خزانہ اور عمدہ سامان فراہم کر گئے۔

انہیں مقربین اور مصلحین میں ایک چمکتی ذات شیخ العلماء صدر الشریعہ، استاذ الاساتذہ سلطان الاذکیاء قطب الوقت حضرت علامہ حاجی حافظ ابو القاسم محمد عتیق مفتی اعظم فرنگی محل فرنگی محلی قدس سرہٗ العزیز کی ہے۔

تاریخ ولادت

جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ بروز سہ شنبہ بوقت صبح صادق ذات بابرکت عالم وجود میں آئی۔

نام وکنیت

والد گرامی (بدر العرفاء شمس العلماء، حضرت حافظ ابو الحامد محمد عبد الحمید علیہ الرحمہ مفتی اعظم فرنگی محل وسجادہ نشین آستانہ نظامیہ) نے اسم گرامی ابو القاسم محمد عتیق رکھا۔

سلسلۂ نسب

آپ کا سلسلۂ نسب سات واسطوں سے شہید ملت ملا قطب الدین شہید سیالوی علیہ الرحمہ

تک پہنچتا ہے جو صحابی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اور بانی درس نظامیہ امام العلماء حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی کے والد گرامی ہیں۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولانا کی تعلیم وتربیت بچپن سے اپنے مدرسہ عالیہ قدیمیہ فرنگی محل (جامعہ بحر العلوم) میں ہوئی۔

اساتذہ کرام

حضرت مولانا کو بفضلہ تعالیٰ ایسے جلیل القدر علماء ربانیین کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کا موقع ملا جو اپنے زمانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان میں سے چند کے اسماء مختصر طور پر ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

اسمائے اساتذۂ درسیات

۱۔ والد بزرگوار حضرت علامہ حافظ ابو الحامد محمد عبد الحمید مفتی اعظم فرنگی محل قدس اللہ سرہٗ

۲۔ استاذ المحققین حضرت علامہ محمد زماں خاں شاہجہانپوری علیہ الرحمہ۔

ان دونوں بزرگوں سے آپ نے درسیات کی مکمل تعلیم پائی والد بزرگوار سے آپ نے درج ذیل کتابیں پڑھیں:

(۱) نور الانوار، (۲)۔ توضیح تلویح، (۳)۔ شرح وقایہ، (۴)۔ ہدایہ، (۵) تفسیر بیضاوی، (۶) مؤطا امام محمد، (۷) مشکوٰۃ شریف، (۸) مسلم شریف، وغیرہ

دوسرے استاذ سے آپ نے (۱) حمد اللہ، (۲) صدرا، (۳) شرح مطالع، (۴) شرح اشارات، (۵) شرح عقائد جلالی، (۶) شرح تجرید میر زاہد شرح مواقف وغیرہ پڑھی۔

اسمائے مشائخ حدیث

جن (عرب وعجم کے) نامور مشائخ سے آپ نے حدیث پڑھی ان کے نام حسب ذیل ہیں:

١۔ محدث کبیر حضرت مولانا شیخ عمر حمدان محدث مکی۔

٢۔ حضرت علامہ الشیخ علی مالکی۔

٣۔ محدث اعظم حضرت العلام الشیخ عیدروس بار محدث مکی۔

٤۔ محدث کبیر حضرت علامہ الشیخ مجتبیٰ شنقیطی مدنی۔

٥۔ حضرت قبلۂ اقدس علامہ الشیخ عبدالباقی مہاجر مدنی۔

٦۔ حضرت مخدوم الاصاغر والاکابر علامہ الشیخ عبدالقادر توفیق شبلی مدنی۔

٧۔ حضرت علامہ السید عبدالحیٔ الکتانی (مصر)۔

٨۔ حضرت علامہ الشیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی۔

بیعت وخلافت

۱۳۴۰ھ میں اپنے والد بزرگوار (حضرت علامہ مفتی الحاج ابوالحامد محمد عبدالحمید قدس اللہ سرہٗ) کے دست حق پرست پر بیعت کی اور عرس جد امجد کے حسین موقع پر عظیم الشان مجمع میں پندرہ (۱۵) شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ خلافت واجازت وخرقہ پوشی سے حضرت کو سرفرازی حاصل ہوئی اور جمیع سلاسل قادریہ، چشتیہ صابریہ ونظامیہ، نقشبندیہ، مجددیہ، سہروردیہ، شاذلیہ وصدیقیہ میں اس وقت اجازت عامہ حضرت کو عطا فرمائی گئی اور جمیع علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ۱۳۴۷ھ میں باضابطہ سند واجازت سے سرفراز فرمائے گئے۔

درس وتدریس

زمانۂ طالب علمی ہی سے حضور والد نے تدریس شروع فرمادی تھی اور مدرسہ کے طلبہ کو ہر شعبۂ علم کی کتابوں کا درس دیتے رہے ۱۳۳۹ھ میں پہلی بار جب آپ کی عمر شریف تیرہ سال کی تھی تراویح میں قرآن مجید کی محراب سنائی اس کے بعد بھی اکثر ختم قرآن کریم فرماتے رہے اور تہجد میں تعداد بڑھا کر دس ختم قرآن فرماتے تھے۔

تلامذہ

حضرت مولانا کے تبحر علمی کا اثر جن تلامذہ پر پڑا وہ نجوم کے مانند اپنے زمانہ میں درخشندہ

رہے ان میں سے بعض نامور تلامذہ کی فہرست یوں ہے:

(۱) حضرت مولانا ابوالقاسم محمد میاں فرنگی محلی، (۲) مولانا سید علی اطہر گورکھپوری، (۳) مولانا الحاج محمد سمیع الحق پشاوری، (۴) مولانا عبدالحنان، (۵) مولانا حبیب الحلیم فرنگی محلی، (۶) مولانا سید نعمت اللہ پھلواروی، (۷) مولانا الحاج شاہ سید امان اللہ سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، (۸) مولانا الحاج سید شاہ عون احمد پھلواروی، (۹) مولانا عبداللہ ابن عباس پھلواروی مولانا نجیب اللہ کوہاٹی، (۱۰) مولانا سید محبوب الرحمن چاٹگامی سجادہ نشین چاٹگام شریف۔ (۱۱) مولانا الحاج محمد امین الحق سجادہ نشین چاٹگام شریف، (۱۲) مولانا کلیم اللہ چاٹگامی، (۱۳) مولانا فضل الرحمن پشاوری، (۱۴) مولانا عبدالستار مدراسی، (۱۵) مولانا جمیل اختر مظفرپوری، (۱۶) مولانا کرامت علی بھاگلپوری، (۱۷) مولانا حبیب اللہ گورکھپوری، (۱۸) مولانا عبدالستار پشاوری، (۱۹) مولانا زاہد حسین مونگیری، (۲۰) حکیم سید شاہ عنایت رسول گونڈوی، (۲۱) حکیم سید شاہ الیاس گونڈوی، (۲۲) حکیم نذیر احمد اعظمی، (۲۳) حکیم محمد اکبر گونڈوی۔

وہ اصحاب جن کو آپ نے علوم حدیث کی اجازت عطا فرمائی

(۱) مولانا ابوالقاسم محمد میاں فرنگی محلی، (۲) مولانا سید نعمت اللہ امام پھلواروی، (۳) مولانا سید عبداللہ پھلواروی، (۴) مولانا ابوالکمال محمد حبیب الحلیم فرنگی محلی، (۵) مولانا الشیخ علوی مالکی مشہور وجید عالم مکہ مکرمہ، (۶) مولانا الشیخ یٰسین المالح دمشق، (۷) مولانا القاری محمد ابراہیم الافغانی مدینہ منورہ، (۸) مولانا قاری مظہر علی خاں رامپوری، (۹) حضرت مولانا مفتی ابوالعرفان محمد نعیم الحلیم فرنگی محلی۔

وہ اصحاب جن کو آپ نے خلافت واجازت عطا فرمائی

صاحبزادگان کے علاوہ جن اصحاب کو آپ نے خلافت واجازت عطا فرمائی ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) مولانا سید عبداللہ پھلواروی، (۲) مولانا الحاج الحافظ امین الحق چاٹگامی، (۳) مولانا کلیم اللہ چاٹگامی، (۴) مولانا حافظ محمد صدیق زیدپوری، (۵) مولانا قاری محمد ابراہیم مدنی، (۶) سید مفتاح الحسن خیرآبادی، (۷) مولانا مظہر علی خاں، (۸) مولانا سعید الرحمن فاروقی، (۹) سید بشیر حسین الہ آبادی۔

خدمت افتاء اور معاصر علماء کی ستائش

تکمیل علوم کے بعد ہی اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہٗ کے حکم سے افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے اور اکابر علماء نے اس کی تصویب فرمائی اور آپ کے تبحر علمی کو سراہا۔ بعض مواقع پر علماء کے مابین اختلافات کی صورت میں آپ نے محاکمہ فرمایا جس سے فریقین مطمئن ہو گئے حضرت مولانا فضل حق رامپوری پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور نے اپنے مکتوب میں بڑی مدح وستائش فرمائی اور شمس العلماء مولانا مظہر حسین وائس پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مولانا عبدالعلی ناگوری نے اپنے خطوط وتحریرات میں مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا عبدالقدیر بدایونی، مولانا مظہر الدین ایڈیٹر الامان، مولانا نثار احمد کانپوری صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، مولانا سلیمان ندوی نے بھی اپنی تحریروں اور تقریروں میں آپ کے علمی فضل وکمال کو سراہا اور مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی آپ کی خوب تحسین فرمائی۔ ہندوپاک کے ہر صوبے میں آپ کے فتاویٰ مقبول رہے ہیں۔

حج وزیارت اور عمائدین سے خلافت واجازت

۱۳۶۰ھ میں پہلی بار شرف حج وزیارت سے حضرت مولانا مشرف ہوئے اور مکہ مکرمہ کے قطب حضرت مولانا شیخ عیدروس سے سلسلۂ عیدروسیہ میں اجازت وخلافت کے ساتھ جمیع علوم کا اجازہ اور حضرت مولانا شیخ علی مالکی مکی سے جمیع علوم کی سند کے ساتھ جمیع سلاسل کی اجازت حاصل ہوئی اور حضرت مولانا شیخ عمران حمدان مکی اور حضرت مولانا شیخ عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی اور حضرت مولانا شیخ مجتبیٰ شنقیطی اور حضرت مولانا الشیخ عبدالقادر توفیق شبلی مدنی وغیرہم اجلہ مشائخ سے جمیع علوم خصوصاً علم الحدیث اور مسلسلات کی اجازت حاصل ہوئیں اور تمام اکابر نے مختلف بلند القاب سے نوازا اور بفضل باری تعالیٰ علمی استعداد وکمال پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

مقامات مقدسہ کی زیارت

۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۵ء و ۱۹۶۱ء و ۱۹۶۴ء میں بھی حضرت مولانا شرف حج وزیارت سے مشرف ہوئے ۱۹۶۱ء میں بصرہ، بغداد شریف، کربلاء معلی، کوفہ، نجف اشرف، کاظمین، مدائن،

عمان، بیت المقدس کا سفر فرمایا اور جبل زیتون اور خلیل الرحمن سیدنا یونس، سیدنا سلیمان، سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام زیادت گاہوں پر اور دمشق کے تمام مزارات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

بیش بہا تصانیف

حضرت مولانا کی ذات بابرکت، جمیع صفات اور منبع علم وفضل وتقویٰ وطہارت سے لبریز تھی اور جناب والا کی تصانیف سے خلقت خدا بے انتہا مستفید ہوئی اور ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتی رہے گی۔ حضور والا کی تصانیف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تفسیر (۱) الفیض العمیم بتفسیر آیۃ الخلق العظیم (عربی)، (۲) تفسیر سورۃ الکوثر (عربی)، (۳) تفسیر آیۃ لقد جائکم (عربی)، (۴) تفسیر آیۃ الایمان (عربی، (۵) تفسیر آیات سیرت متفرقہ (عربی)، (۶) آیت الاسراء (عربی)، (۷) فیوض سادات یعنی تفسیر آیۃ مؤدت، (۸) البصائر العظمیٰ (تفسیر سورۃ الضحیٰ)، (۹) کنز تاویل سورۃ الانشراح، (۱۰) رکن ایمان ترجمۂ قرآن، (۱۱) عرائس العنوان لآیات القرآن، (۱۲) توضیح العجیب لآیات وردت فی حق الحبیب، (۱۳) مطلع البیان (ناتمام) تفسیر الفاتحہ بالاحادیث والآثار، (۱۴) گنج نایاب۔

حدیث (۱۵) تفسیر ام الکتاب (ناتمام)، (۱۶) نفع المومنین بالاحادیث الاربعین، (۱۷) شرح مسلسل بالاشراف، (۱۸) شرح چہل احادیث مسلم موسوم بہ ریاحین فضائل نبوی، (۱۹) شرح چہل احادیث بخاری موسوم بہ احادیث البخاری، (۲۰) تفسیر آیات واحادیث ہجرت، (۲۱) احیاء لمیت باثبات محبت اہل بیت، (۲۲) غایۃ الاحسان فی لیلۃ نصف من شعبان۔

قرأت (۲۳) رسالہ فی تحقیق بسملہ، (۲۴) جمع القرأت المشہورۃ۔

متعلقات قرآن (۲۵) تنویر اللمعان لحامل القرآن، (۲۶) تبویب القرآن (مفصل ومکمل اشاریہ)

فقہ ودینیات (۲۷) رسالہ حرمت، (۲۸) توجیۃ المقال فی حقوق النساء والرجال، (۲۹) نخبہ باحکام خطبہ، (۳۰) القول الجازم فی جواز السکینۃ بابی القاسم، (۳۱) کشف الغطاء عن

وجہ الربا، (۳۲)التحفۃ السنۃ فی کراہیۃ الخطبہ بغیر العربیۃ، (۳۳)دس سوالات سیاسی، (۳۴)مقالہ ہجرت شرعیہ، (۳۵) کتاب الطہارۃ والصلوٰۃ، (۳۶) آداب زیارت مدینہ منورہ، (۳۷)نعم الرفیق الحاج البیت العتیق، (۳۸) تذکار الحج، (۳۹)نور ہدایت، (۴۰) تاسیس الخیر، (۴۱) مجموعہ فتاویٰ ۳ جلد۔

اصول فقہ (۴۲) حواشی نورالانوار۔

کلام (۴۳) شرح بیان السنۃ للطحاوی (ناتمام)

فلسفہ (۴۴) فرحۃ الفروح بمعرفۃ الروح (مطبوعہ)

علم صرف (۴۵) شرح مزید بر مجرد رسالہ تعریف، (۴۶) تحفہ انیقہ

علم نحو (۴۷) حاشیہ بیصری، (۴۸) حاشیہ سجاوندی، (۴۹) ہدیہ حلبیہ۔

تاریخ نفع الخلان تاریخ علماء تذکیر الانجاب، تحقیق الانساب، الفیوض القادریہ فی السلسلۃ الشاکریہ، تذکرہ حاجی صفۃ اللہ محدث للتنذیل احوال مولانا عبدالحکیم (عربی) معجم التصانیف الاول لعلماء فرنگی محل۔

سیرت ترجمہ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب۔

اثبات واسانید احب الارشاد لاسانید الاوراد، جزائل دلائل الخیرات، ثبت الاسانید البارعم، الارشاد الی خزائن الاسناد، الدر المنظوم فی اسانید العلامۃ بحر العلوم (جملہ عربی رسائل)

وظائف واعمال الفضل المزید، الصراط السدید، مجربات حمیدی۔

معمولات زندگی

صوم وصلوٰۃ کی خود بھی پابندی فرماتے اور از حد تاکید بھی فرماتے ایک عورت نے آپ کی بار بار توجہ دہانی کے باوجود نماز کی پابندی نہیں کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے عمل نہ کیا تو تیرا لڑکا مرجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۳۱۷ھ میں حضرت سید اسمٰعیل روبی سے سلسلۂ رفاعیہ کی اجازت وخلافت حضرت مولانا کو نصیب ہوئی۔ شروع میں باوجود حصول اجازت وخلافت وخرقہ پوشی حضرت نے کسی کو بیعت

فرمانے سے بے انتہا گریز اور تعویز نویسی سے بہت پرہیز فرمایا یہاں تک کہ خود والد بزرگوار کے متواتر و مسلسل بلیغ اصرار کے باوجود حضرت گرامی نے کسی کو مرید نہیں فرمایا اور دوسری طرف بعض خاص عقیدت مندوں کو تاکیدی حکم ہوا کہ جاؤ مرید ہو جاؤ اس وقت سے سلسلۂ اخذ بیعت حضرت والا نے مجبوراً شروع کر دیا۔ اسی طرح ایک مصیبت زدہ عزیزہ کی آہ وزاری نے آخر کا مجبور کیا کہ حضرت اقدس اپنی قوت باطنی کو کام میں لائیں۔ کبھی کبھی دوران تعویز نویسی میں حضرت مولانا نہایت باریک اور مترنم آواز میں قرآن کریم کی آیات پاک کی تلاوت بھی فرماتے اور اس طرح اکثر دو دن میں ایک ختم قرآن پورا ہو جاتا۔ تعویز نویسی کے علاوہ حضرت مولانا انفرادی طور پر تبلیغ دین وتاکید اتباع شریعت وسنت بھی متواتر و مسلسل فرماتے رہتے۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک چند آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد ان کا مفہوم اس طرح صاف و دلگداز انداز میں بیان فرماتے کہ سخت سے سخت دل بھی نرم پڑ جاتا اور زیادہ تر آنکھیں اشکبار نظر آتی اور اکثر اصحاب معصیت بصدق دل تائب ہو کر اصلاح نفس کی طرف متوجہ اور مشغول ہو جاتے اس موعظت سے نہ صرف مسلمانوں ہی نے راہ ہدایت اختیار کی بلکہ ہندوؤں، سکھوں اور عیساؤں نے بھی ہدایت پائی کسی حاجتمند کی کوئی خلاف شرع بات دیکھتے یا سنتے تو غضبناک ہو جاتے اور اس کو تعویز دینے سے اس وقت تک گریز کرتے جب تک وہ اپنی حرکت پر توبہ اور اپنی غلطی پر نادم ہو کر احتیاط برتنے کا وعدہ نہ کر لیتا۔

ہر طالب وسالک بلند مقام کو علاوہ اور تعلیمات کے قلت طعام کی تلقین ہر پیر دستگیر فرماتا ہے۔ یہاں خلت نے اکثر ''عدم'' کی صورت اختیار کر لی یعنی گھر میں نہ ایک پیسہ نہ ایک دانہ لیکن اس مردیگانہ نے ہمیشہ مردانہ مقابلہ ان حالات کا فرمایا۔ کیا مجال کہ قریب ترین احباب واصحاب کو سرسو خبر مل سکے کہ تمام گھر کو فاقہ ہے صبر وشکر کے منازل کو خندہ پیشانی کے ساتھ طے کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ اپنے مورث اعلیٰ حضرت استاذ الہند علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر توکل وقناعت کو اپنا شعار بنایا کسی علمی ودینی خدمت کا کوئی صلہ ومعاوضہ کبھی پسند نہیں فرمایا۔

تدریس وافتاء وعظ وارشاد وخلائق کے عوض کسی قسم کی مادی منفعت کا خیال بھی نہ آیا نہ کسی خدمت پر فیس مقرر کی نہ نذرانہ طلب کیا نہ اپنی خانگی ضروریات کا ذکر کر کے کسی احتیاج کا اظہار

ہونے دیا اور ہمیشہ یہی فرماتے رہے:

میں رہوں محتاج تیرا اور نہ ہوں محتاج غیر
تا دم آخر اسی فقر و غنا کا ساتھ ہو

سفر آخرت

اس دور آزاد خیالی و روشن دماغی میں دنیا بڑی مشکل سے کسی کی قائل ہوتی ہے بالآخر یہ آفتاب و مہتاب کا حسین انجمن ۱۳۲۶ھ میں طلوع ہو کر ۷/ رجمادی الثانی ۱۳۹۶ھ مطابق مئی ۱۹۷۷ء بعد جمعہ کو اس دار فانی سے ہمیشہ ہمیش کے لئے دار البقاء کی جانب ہجرت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون حضرت مولانا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ''الدین النصح لکل مسلم'' کا مصداق تھا۔ ان کا وصال جماعت اہل سنت کے علمی روحانی افق پر ایک عظیم خلا چھوڑ گیا آپ کی موت ''موت العالم'، موت العالم کے مصداق ہے۔

وہ صدق و اخلاص کے پیکر تھے وہ ہماری نگاہوں سے روپوش ہو گئے لیکن ان کی مسند تدریس وتقریر اور تحریر کی خوبیاں ہمیشہ باقی رہیں گی۔ حضرت کا آستانہ مبارکہ ہزار ہا عقیدت مندوں کا مرجع ہے۔ اللہ رب العزت حضرت مولانا کے درجات بلند فرمائے آمین

جہاں میں روز ہوتے ہیں بہت اہل ہنر پیدا
مگر صدیوں میں ہوتا ہے کوئی صاحب نظر پیدا

خاک پائے سگ آستانۂ شیخ العالم علیہ الرحمہ

محمد انتخاب عالم چشتی صابری

۱۱/ ربیع الثانی/ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۱/ فروری/ ۲۰۱۴ء بروز منگل

حق حق حق

مُقدّمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم یومًا فینا خطیبًا بماءٍ یدعیٰ خمًا۔ بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ۔ وعظ وذکر ثم قال: اما بعد! الا ایہا الناس فانما انا بشر یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیبُ، وانا تارك فیكم ثقلین: اولهما كتاب الله فیه الهدیٰ والنور فخذُوْا بكتاب الله واستمسكوْا به فحث علیٰ كتاب الله ورغب فیه۔ ثم قال: واهل بیتی۔ اذكركم الله فی اهل

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لئے مکہ اور مدینہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جسے (خم) کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور وعظ ونصیحت کے بعد فرمایا: اے لوگو میں تو ایک (ظاہری) بشر ہوں عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا فرشتہ (فرشتۂ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب اللہ (کی تعلیمات

بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی۔(رواہ مسلم کتاب فضائل الصحابہ رقم الحدیث ۲۴۰۸)

پر عمل کرنے پر) ابھارا اور اس کی ترغیب دی پھر فرمایا: اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔

ہادیٔ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد پاک میں دو اہم چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اول کتاب اللہ (یعنی قرآن مجید) اور دوسرے اہل بیت۔ قرآن مجید جس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس میں ہدایت ہے، گمراہی، ظلمت اور تاریکی سے باہر آنے کے راستے ہیں۔ اور قرآن ایک روشن کتاب ہے۔ پہلی بات تو یہ ذہن میں رہے کہ قرآن کسی مخلوق کا کلام نہیں بلکہ وہ خالق کائنات کا کلام ہے۔ قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں آج کوئی کتاب اپنی اس زبان میں موجود نہیں جس زبان میں وہ نازل ہوئی تھی اور نہ کسی دوسری کتاب کے ماننے والے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کی کتاب آج ان کے ہاتھوں میں بعینہٖ اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ نازل ہوئی تھی اور اس میں کوئی کمی بیشی یا تبدیلی اور تحریف نہیں ہوئی اس کے برخلاف قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (حجر، ۹)

بے شک یہ ذکر عظیم ہے قرآن ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے (عرفان القرآن)

قرآن مجید کا یہ چیلنج چودہ صدیوں سے موجود ہے اور اسلام کا سخت سے سخت مخالف بھی یہ ثابت نہ کر سکا کہ قرآن کریم میں فلاں سورت یا فلاں آیت کم یا زیادہ ہو گئی اور قرآن مجید کا یہ دعویٰ جھوٹا ہو گیا کسی سورت یا آیت میں کمی بیشی تو بڑی بات ہے یہ تک نہیں ثابت کیا جا سکا کہ قرآن کریم میں کسی نقطہ یا زیر و زبر میں کمی بیشی ہو گئی۔ یوں ہی قرآن مجید نے دعویٰ کیا قرآن

مجید کی کسی آیت کی تحریف کے سلسلے میں کہ کسی آیت کو دوسرے الفاظ میں بدلا نہیں جا سکتا ''لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه'' (غیر قرآن، قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا نہ آگے نہ پیچھے)۔ باطل اس (قرآن) کے پاس نہ اس کے سامنے سے (حم السجدہ) آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے لہٰذا فتنہ خوارج کے سدباب کے لئے سب سے پہلے ہم عظمت قرآن کے تعلق سے اور قرآن کا ہدایت و نور ہونے کے تعلق سے چند آیات ذیل میں نذر قارئین کرتے ہیں تاکہ اہل بیت اطہار اور قرابت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان و رفعت اور قرآن کے ساتھ اہل بیت کی شمولیت کی حکمت خوب اور اچھی طرح واضح ہو سکے اور محب اہل بیت کو منزل مقصود کی معرفت حاصل ہو سکے اور فتنۂ خوارج اور دیگر فرقہائے باطلہ ہمیشہ ہمیش کے لئے دم توڑ دے جب نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس زمانے میں عرب میں شاعری کا بہت زور تھا۔ عربوں کو اپنی فصاحت و بلاغت اور اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار معجزات کے علاوہ ایک عظیم الشان اور زندہ جاوید معجزہ قرآن مجید کی صورت میں بھی عطا فرمایا جو اپنی فصاحت و بلاغت، کمال و بیان میں بے نظیر و بے مثال تھا اور ہے۔ جس کے سامنے عربوں کی زبان دانی ہیچ ہو کر رہ گئی۔ عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء قرآن کی فصاحت و بلاغت کے آگے گھٹنے ٹیک دئے۔ چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد کوئی بڑے سے بڑا منکر اسلام بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید کی فلاں آیت فصاحت و بلاغت سے خالی ہے یا فلاں آیت پہلے اس طرح تھی اور اب اس طرح ہے۔ قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو سولہ آیات، ستر ہزار نو سو چونتیس کلمات اور تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو اکہتر حروف ہیں (الاتقان فی علوم القرآن) اور کسی آیت کسی کلمہ بلکہ حروف کے بارے میں بھی کمی، بیشی یا تبدیلی اور تحریف کا کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکا اور قرآن مجید کی جتنی آیات، جتنے کلمات بلکہ جتنے حروف ہیں وہ سب تین طرح قرآن مجید کی صداقت پر دلیل ہیں نہ کسی حرف کی کمی ہو سکی نہ زیادتی اور نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکی اور دنیا کی کسی کتاب کی صداقت پر اتنے دلائل آج تک نہیں دئے جا سکے۔ قرآن کریم نے اپنی صداقت اور حقانیت پر ایک اور طرز سے یہ دلیل قائم کی کہ جن وانس

میں کوئی شخص اس کی نظیر اور تمثیل نہیں لاسکتا۔ پہلے فرمایا:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیرًا۔ (بنی اسرائیل،۸۸)

(اے محبوب!) فرما دیجئے: اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا) لائیں گے تو بھی وہ اسکے مثل نہیں لاسکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔ (عرفان القرآن)

دوسری جگہ فرمایا:

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت۔ (ھود، آیت۱۳)

کیا یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام خود بنا لیا ہے! آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں بنا کرلے آؤ۔

تیسری جگہ فرمایا:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعُوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔ (البقرۃ،۲۳)

اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی سورۃ ہی بنا کر لے آؤ اور اس کام کے لئے اللہ کے سوا اپنے (سب) حمایتوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو۔

چوتھی جگہ فرمایا:

ام یقولون تقولہ بل لایؤمنون فلیأتوا بحدیث مثلہ ان کانو صٰدقین۔ (طور،۳۴)

یا وہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے اس (قرآن) کو از خود گڑھ لیا ہے (ایسا نہیں) بلکہ وہ (حق کو) جانتے ہی نہیں ہیں پس انہیں چاہیئے کہ اس (قرآن) جیسا کوئی کلام لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔ (عرفان القرآن)

پانچویں جگہ فرمایا:

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدُوْا فیہ اختلافاً کثیرًا۔ (سورۃ نساء،۸۲)

تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اور اگر یہ (قرآن) غیر خدا کی طرف سے (آیا) ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ (عرفان القرآن)

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بے پایاں کرم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قرآن مجید جیسی عظیم دولت سے نوازا الہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید آسمانی کتابوں میں وہ واحد اور منفرد کتاب ہے جس میں تحریف اور تبدیلی نہیں ہوسکتی یہ ایک ایسی نایاب کتاب ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ بعثت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے جامع ہدایت عطا کی ہے۔ یہ وہ نسخہ کیمیا ہے جس میں ہدایت، رحمت اور برکت ہے اور ہر چیز کا واضح بیان ہے چنانچہ رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیئ وھدی و رحمۃ و بشریٰ للمسلمین۔ (نحل، آیت۸۹)

اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔ (عرفان القرآن)

ایسے ہی رب تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کو مومنین کے لئے ہدایت ورحمت اور عام لوگوں کے قلوب کی بیماریوں کے لئے شفا قرار دیتے ہوئے سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم و شفاءٌ لما فی الصدور وھدیً و رحمۃ للمؤمنین۔ (یونس، آیت ۵۷)

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور ان (بیماریوں) کی شفاء آ گئی ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہیں اور ہدایت اور اہل ایمان کے لئے رحمت (بھی)۔ (عرفان القرآن)

اسی مضمون کے تحت اللہ رب العزت نے سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم و یبشر المُؤمنین الذین یعملون الصٰلحٰت ان لھم اجرًا کبیرًا۔ (بنی اسرائیل، آیت۹)

بیشک یہ قرآن اس (منزل) کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ ان کیلئے بڑا اجر ہے۔ (عرفان القرآن)

انسان موجودہ دنیا کے لئے فانی اور آخرت کے لئے ابدی مخلوق ہے، یہاں اس کو چند سال رہنے کے بعد آخرت کی دنیا میں جانا ہوگا۔ موجودہ دنیا عمل کی دنیا ہے اور آخرت کی دنیا، انجام و نتیجہ کی دنیا ہے۔ موجودہ دنیا کا عمل یا تو اسے ابدی طور پر جنت میں لے جائے گا یا ہمیشہ کے لئے جہنم میں۔ اسی چیز کی خبر دینے کے لئے اللہ رب العزت نے قرآن کریم جو رشد و ہدایت کا سر چشمہ ہے اور سرمدی ضابطہ حیات بھی،،، نازل فرمایا! فرمایا:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بیّنٰتٍ من الهدٰی والفرقان. (البقرة، آیت ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور (جس میں) رہنمائی کرنے والی اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں ہیں۔ (عرفان القرآن)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو فہم و ادراک اور شعور سے بہرہ ور کیا تا کہ انسان موجودہ دنیا میں آخرت کی زندگی سنوارنے اور بنانے میں قرآنی ہدایت کے مطابق نیک عمل کر کے اپنے خالق و مالک کو راضی کر لے۔

قرآن کے ساتھ اہل بیت کو شامل کرنے کی حکمت اور فتنہ خوارج و اہل قرآن

فرقہ خارجی و اہل قرآن کا کہنا ہے اور دونوں فرقے کے ماننے والے معترض ہیں اس امر پر کہ قرآن کا مقصد ”ھدی للناس،، یعنی انسانوں کی ہدایت و رہنمائی ہے۔ جب قرآن کا مقصد انسانوں کی ہدایت و رہنمائی ہے (اور حقیقت بھی یہی ہے) کہ قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہدایت ضرور پاتا ہے۔ اور دیگر قرآنی آیات سے بھی (جن کو فقیر صابری نے گزشتہ سطور میں تحریر کردی ہے تا کہ قارئین کو فتنہ خارجیت (جو اس وقت وہابیت کی شکل میں ہے) سمجھنے میں دقت نہ ہوں کیوں کہ خارجی حضرات قرآن کی انہیں آیتوں سے استدلال کرتے ہیں اور سیدھے سادھے محب اہل بیت کو گمراہ کرنے کی ناپاک سعی کرتے ہیں اس لئے ہم نے ان آیتوں کو درج کردی ہے تا کہ مسئلہ کی نوعیت سمجھ میں آسکے) یہ بات کلی طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن ہدایت و رحمت ہونے کے ساتھ اس میں مسلمانوں کے لئے بشارت بھی ہے تو پھر حضور پاک علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا مکہ اور مدینہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہو کر جسے (خم) کہتے ہیں ارشاد فرمانا کہ لوگو میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت و نور ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کرنے اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنے کی تاکید فرمائی اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔ یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے جو قرآنی آیات کے عین مطابق ہے۔ اعتراض تو خارجیوں کا اہل بیت کو شامل کرنے پر ہے کہ جب قرآن ہدایت کے لئے کافی تھا تو قرآن کے ساتھ اہل بیت کو شامل کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ مگر قرآن کے ساتھ اہل بیت کو شامل کرنا اور ان کے متعلق تاکید کے ساتھ یاد دلانا اور دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا حکم صادر فرمانا اور تھامے رکھنے والوں کے ایمان کا فیصلہ کرنا، یا دونوں میں سے کسی ایک کے چھوڑنے والے پر گمراہی کا حکم نافذ کرنا ایک غور طلب پہلو ہے۔ بر سبیل تذکرہ ترمذی شریف کی ایک حدیث نذر قارئین کرتے ہیں جس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالی عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: یا ایها الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا: کتاب الله، و عترتی اهل بیتی. (اخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، عن رسول الله ﷺ باب فی مناقب اهل بیت النبی ﷺ الرقم: ۳۷۸۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے (ان میں سے ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسری) میرے اہل بیت یعنی گھر والے ہیں“۔

معترضین کے اعتراضات کے علاوہ عام ذہن میں بھی یہ وسوسہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب قرآن مجید میں شمع ہدایت ہے اور قرآن ایمان کی سلامتی نیز منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے کسی

اور چیز کا محتاج نہیں کیونکہ قرآن ہی نے تو اعلان کیا ہے:

قل یاایہاالناس قد جائکم الحق من ربکم فمن اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہٖ ومن ضل فانما یضل علیھاوما انا علیکم بو کیل٥(یونس،١٠٨)	فرما دیجئے: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق آ گیا ہے، سو جس نے راہ ہدایت اختیار کی بس وہ اپنے فائدے کیلئے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہو گیا بس وہ اپنی ہی ہلاکت کیلئے گمراہ ہوتا ہے اور میں تمہارے اوپر داروغہ نہیں ہوں (کہ تمہیں سختی سے راہ ہدایت پر لے آؤں)۔(عرفان القرآن)

لہٰذا اس آیت اور مذکورہ کئی آیتوں سے قرآن کریم کا سرچشمۂ ہدایت ہونا اظہر من الشمس ہے اور بظاہر اعتراض بھی درست معلوم ہوتا ہے تو پھر ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کے ساتھ اہل بیت کو شامل کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی آخر اس میں کون سا راز اور کون سی حکمت پوشیدہ تھی اس سلسلے میں کئی فرقے جو مدعیان اسلام ہیں اور خصوصاً فرقہ خارجی اور فرقۂ اہل قرآن نے اعتراض کیا (ان فرقوں کی بحث ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی) اب ہم کسی سمت نہ جا کر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس مخصوص نظریہ کی طرف غور وفکر کرتے ہیں اور منشاء نبوت کے دقائق اور اصول عقائد کے اسرار کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں اور قرآن سے دریافت کرتے ہیں: تو قرآن کہتا ہے:

یضل بہ کثیرًا و یھدی بہ کثیرا۔

پھر اسی آیت کی مناسبت سے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ارشاد ملاحظہ فرمائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً و یضع بہ آخرین۔	بیشک اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کے ذریعہ کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو پست فرماتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کے ذریعہ گمراہ ہونے کا کیا مطلب ہے، جبکہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہدایت ضرور پاتا ہے اور قرآن حجت و برہان بھی ہے اس سوال کا بھی جواب ہمیں قرآن دے رہا ہے (جو کچھ تفصیل ہے):

اھدنا الصراط المستقیم۔

انسان کے قلب و باطن سے یہ آواز بلند ہوئی کہ باری تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ دکھا جو منزل تک پہنچا دے۔ اس دعاء میں تین الفاظ ہیں:

اھدنا	الصراط	المستقیم
ہمیں دکھادے	راستہ	سیدھا (جو منزل تک پہنچا دے)

اھدنا کے ذریعہ بندے کو منزل اور مقصد کا شعور ملا، بھولے بھٹکے انسان کو نہ اپنا مقصد حیات معلوم ہے اور نہ ہی اپنی منزل کی معرفت ہے۔ جب اھدنا کے ذریعہ زندگی کا مقصد اور منزل حیات کا شعور مل گیا تو بندہ ایمانی حرارت سے کھڑا ہو گیا اور کہا الصراط راستہ دکھا دے وہ راستہ جو منزل تک پہنچا دے پھر کہا المستقیم یعنی راستہ دے اور اس میں استقامت بھی دے تاکہ منزل تک پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔ لہٰذا منزل کی معرفت لے کر جب بندہ صراط مستقیم پر چل پڑا تو ایک آواز آئی جو شیطانی آواز تھی ابلیس لعین چیلنج دے رہا تھا کہ باری تعالیٰ جو پہلے ہی سے گمراہ ہیں وہ تو ہیں ہی مجھے تو ان کی فکر نہیں فکر تو ان کی ہے جو صراط مستقیم پر چل رہے ہیں۔ پس صراط مستقیم پر چلنے والوں کو گمراہ کرنے کے لئے صراط مستقیم کا سہارا لوں گا۔ جس کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

لا قعدن لھم الیٰ صراطك المستقیم۔(سورۃ اعراف، آیت١٦)	میں بھی ان (افراد بنی آدم کو گمراہ کرنے) کے لئے تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا (تاکہ انہیں راہ حق سے ہٹا دوں)۔ عرفان القرآن

سیدھی راہ پر نظر جما کر بیٹھوں گا۔ ابلیس نے کہا کہ گمراہ صراط مستقیم پر چلنے والوں کو کرنا ہے لہٰذا قرآن وسنت کی بات کرنے والے افراد کو گمراہ کرنے کے لئے قرآن وسنت کا سہارا لوں گا اسلام کا حوالہ لے کر صراط مستقیم پر بیٹھوں گا۔

لہٰذا جتنے طریقے جس قدر منصوبے اور جتنی سبیلیں گمراہ کرنے کی نکل سکتی تھیں شیطان لعین نے نکالیں، بنام اسلام کے مختلف فرقے کی بنیاد رکھی اس وقت عام طور پر عالم اسلام اور خاص طور پر برصغیر میں (سوائے جماعت اہل سنت کے) جو مختلف فرقے، مختلف جماعتیں، مختلف تحریکیں، مختلف تنظیمیں اور مختلف سوچ وفکر کے لوگ نظر آرہے ہیں سب کے سب گمراہ اور حقیقت میں اسلام دشمن فرقے اور تنظیمیں ہیں اور ان سب کے پیچھے ایک ہی شیطانی فکر کارفرماں ہے اور وہ بندے کو صراط مستقیم سے جدا کرنا ہے یعنی بندہ مسلمان اور ایمان والا ہونے کا دعویٰ تو کرے وضع قطع بظاہر تو سب اسلامی ہوں مگر اسلام کی روح اس کے قلب و باطن سے نکل جائے صرف ڈھانچہ رہ جائے لہٰذا شیطان لعین نے صراط مستقیم سے ہٹا کر مندر اور بت خانے میں پہنچانا بہتر نہیں سمجھا اگر ایک مسلمان اسلام سے پھر جائے اور مندر میں جا کر بتوں کی پرستش کرے تو اسلام کو اس سے زیادہ نقصان نہیں جتنا کہ اسلام سے پھر کر پھر بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے شیطان کی بولی بولنے پر ہے کہ لوگ مسلمان اور اہل ایمان سمجھ کر ان کی باتیں سنیں گے اور گمراہ ہوتے رہیں گے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدی ان کے بدن سے نکال دو

موقع کی مناسبت سے ذیل میں ہم شیطان کی ایجاد کردہ چند باطل فرقے (جو مختلف سوچ و فکر کی حامل ہیں) کے متعلق بطور اختصار گفتگو کرتے ہیں۔

فرقہ اہل قرآن

شیطان لعین نے عظمت حدیث اور عظمت اہل بیت اطہار کو مسلمانوں کے قلوب سے ختم کرنے کے لئے عبداللہ چکڑالوی نامی شخص سے فرقۂ اہل قرآن کی بنیاد رکھوائی حدیث کے مقابلے میں یہ فرقہ پیدا ہوا اس لئے اہل اسلام اس فرقے کو چکڑالوی بھی کہتے ہیں یہ ایک ایسا فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن ہی کافی ہے احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کی (معاذ اللہ) کوئی حاجت نہیں نہایت ہی افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ اہل قرآن نماز پڑھتے ہیں قیام رکوع سجود ان کی نمازوں میں بھی ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید میں کہیں اور کسی مقام پر بھی اس ترتیب نماز کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ قرآن کے الفاظ ہیں ''اقیموا الصلوٰۃ'' نماز قائم کرو ترتیب نماز کو قرآن نے بیان نہیں کیا اس کی ترتیب احادیث شریفہ سے معلوم ہوتی ہے یونہی قرآن کے الفاظ ہیں ''واتوا الزکوٰۃ'' اور زکوٰۃ دو زکوٰۃ کا حکم مجمل الفاظ میں قرآن پاک میں مذکور ہے لہٰذا اس کا نصاب اور اس کی مقدار احادیث شریفہ سے ہی مفصل طور پر معلوم ہوتی ہے یونہی بے شمار مسائل ہیں لہٰذا فرقہ اہل قرآن اہل ایمان میں داخل نہیں ہوسکتا ہے۔

فرقہ خوارج

خوارج خارجی کی جمع ہے اس فرقہ کے ماننے والوں کو خارجی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ خلیفۂ رابع مولائے کائنات حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مبارک طریقے سے انحراف کر بیٹھے اور ان کو حق پر نہیں جانتے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدۂ کائنات حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے دونوں شہزادے حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان اقدس میں سخت گستاخی اور تبراء کرتے ہیں۔

فرقہ روافض

روافض کو شیعہ بھی کہا جاتا ہے ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں امام العلماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بائیس فرقے بیان کئے ہیں، چند مخصوص صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چھوڑ کر تمام صحابۂ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ان کے اقوال وافعال پر لعن طعن کرتے ہیں جو بڑی بے حیائی اور بدبختی کی علامت ہے۔

اس فرقہ میں بعض غلاۃ اور نصیری ہیں جن کے عقائد نہایت ہی مردود ہیں ان غلاۃ اور نصیری فرقوں کا ایک عقیدۂ باطلہ یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت علی میں خدا حلول کر گیا ہے یعنی حضرت علی (معاذ اللہ) خدا ہیں۔ ثم معاذاللہ

فرقہ معتزلہ

یہ فرقہ معروف تابعی جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت ولی کامل حضرت خواجہ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوا جب حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ مسلمانوں میں ایک ایسا فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو کہتا ہے کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ وہ ایمان و کفر کے درمیان میں ہے تو حضرت خواجہ حسن بصری نے فرمایا ''هٰٓؤُلاء اعتزلُوا''، یعنی یہ لوگ دین سے الگ ہوگئے۔ اس فرقے کا بانی واصل بن عطا تھا۔

فرقہ کرامیہ

اس فرقہ کے بے شمار باطل عقائد ہیں جس میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ بندہ کتنے ہی بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہوتا رہے اس کی نہ تو کوئی سزا ہے اور نہ مواخذہ لاتضر مع الایمان معصیة یعنی ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصاندہ نہیں۔ العیاذ باللہ

فرقہ وہابیہ

فرقہ باطلہ میں سے ایک مشہور فرقہ وہابیہ بھی ہے۔ اس فرقہ کا بانی اور اس کا موجد محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے جو نجد کا رہنے والا تھا ابن عبدالوہاب قوم بنی تمیم میں سے تھا نجد کے مضافات میں وادی حنیفہ کے مقام عینیہ میں ۱۱۱۵ھ کو پیدا ہوا جوان ہو کر عجیب و غریب خیالات اس کے دل میں پیدا ہوئے مکہ معظّمہ اور مدینۃ الرسول میں بغاوت کرائی۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگان دین کے مزارات مقدسہ اور ان پر بنے گنبدوں کی سختی سے مخالفت کرتا تھا۔ فقہ حنفی کے مشہور اور مستند عالم فقیہ کامل علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے باب البغات جلد ثالث میں تحریر فرمایا ہے کہ اس نے سلطنت اسلامیہ (ترکی) سے بغاوت کی اور صرف اپنے ماننے والوں کو مسلمان کہا اور باقی مسلمانوں کو مشرک بتایا اس نے اپنے آپ کو حنبلی ہونے کا دعویٰ کیا لیکن در حقیقت وہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے طریقے سے منحرف تھا۔ خوش عقیدہ مسلمانوں کو مشرک کہہ کر تہ تیغ کیا مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کروایا مسلمانوں کی تکفیر اور

انکے قتل عام کے جواز اور ان کے اموال لوٹنے کی اباحت پر خود ابن عبدالوہاب نجدی نے لکھا ہے:

وعرفت ان اقرارهم بتوحيدالربوبية لم يدخلهم فى الاسلام وان قصدهم الملئكة والانبياء والاولياء يريدون شفاعتهم والتقرب الى الله بذٰلك هوالذى احل دماءهم واموالهم۔ (کشف الشبهات، ص۲۰۲۱)	اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان لوگوں (مسلمانوں) کا توحید مان لینا انہیں اسلام میں داخل نہیں کرتا اور ان لوگوں کا نبیوں اور فرشتوں سے شفاعت طلب کرنا اور ان کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا ہی وہ سبب ہے جس نے ان کے قتل اور ان کے اموال لوٹنے کو حلال کر دیا۔

درۃ الدرانی میں مولوی وحیدالدین خاں مورخ ملطبرون کی کتاب ''جغرافیہ عمومیہ'' کی جلد ثالث کے حوالے لکھا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے لوگوں کے سامنے یہ عقیدہ پیش کیا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ اللہ کے رسول ہیں مگر ان کی مدح اور تعظیم از قبیل شرک ہے اور چونکہ اللہ کو لوگوں کا شرک میں ڈوب جانا پسند نہ آیا لہٰذا اس نے اپنی طرف سے مجھے بھیجا، تاکہ میں لوگوں کو سہی راہ بتا کر شرک کی آلودگی اور نجاست کو دور کروں پس جو کوئی میری بات مانے گا وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں شمار ہوگا اور جو انکار کرے گا وہ مستحق عذاب گردانا جائے گا اور اس کا قتل بھی بلاشبہ واجب قرار پائے گا۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا وہ رسالہ جو اس نے مکۃ المکرمہ کے علماء کی طرف بطور دعوت کے بھیجا تھا اس میں تحریر تھا کہ جو شخص نبی کو اپنا ولی یا شفیع سمجھتا ہے وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہے اور جو شخص بطور استعانت یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہتا ہے اگرچہ ان کو بندۂ عاجز بھی مانتا ہو تو بھی مشرک ہو جاتا ہے مزید آگے لکھتا ہے:

اما السابقون مااللّات والسواع والعزّیٰ واما الّا حقون محمد و علی و عبدالقادر۔	پہلے بت لاتؔ، سواعؔ اور عزیؔ تھے اور موجودہ بت محمد، علی اور عبدالقادر ہیں۔ (معاذ اللہ)

لٰہذا فرقۂ وہابیہ کے تعلق سے قارئین کے لئے اتنی بحث میری سمجھ سے کافی ہوگی اب ہم سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند مولانا انور شاہ کشمیری کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جس سے قارئین کو شیخِ نجد کی شخصیت کا صحیح ادراک ہوسکے:

اما محمد بن عبدالوهاب النجدی فانه کان رجلاً بليدًا قليل العلم فکان يتارع الی الحکم باالکفر ولا ينبغی ان يقتحم فی هٰذا الوادی الا من يکون متقيظا متقنا عارفاً بوجه الکفر واسبابه۔ (فيض الباری علیٰ صحيح بخاری، الجزء الاول ص۱۷۰، حجازی قاهره مصر۔ مطبوعه ۱۹۳۸ء ○)	محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک کند ذہن شخص تھا، کم علم تھا اور کفر کا حکم لگانے میں جلد بازی کرتا تھا اس میدان میں قدم رکھنا صرف اس شخص کا کام ہے جو بیدارئ مغز اور پائدارئ علم رکھنے والا ہو پھر وہ معرفت بھی رکھتا ہو کفر کے وجوہ اسباب کی۔

بعض احباب کو اس امر کا تجربہ بھی کلی طور پر ہوگا کہ انسان جب صراط مستقیم سے بھٹکتا ہے تو پھر انبیاء اولیاء کی شان میں گستاخی کا عادی ہوجاتا ہے اور اپنی تقریروں اور تحریروں میں انبیاء و اولیاء کی شان میں مغلظات بکتے بکتے عدم تقلید کی راہ اختیار کر لیتا ہے اور ائمہ اربع (یعنی حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو متفقہ طور پر اہل اسلام کے نزدیک محترم معتبر اور ثقہ ہیں ان میں سے کسی ایک کی تقلید کو یہ غیر مقلد (جو وہابی کی ایک شاخ ہے) ناجائز سمجھتا ہے لٰہذا عدم تقلید جب کسی فرد میں راسخ ہوجاتی ہے تو وہ نیچری ہوجاتا ہے اور نیچری وہ قوم ہے جو معجزات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کرامات اولیاء کرام کا بھی انکار کرتا ہے اور جب فرقۂ نیچریت گمراہیت کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے تو کبھی حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کو بھی ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور یہیں سے پھر ایک فرقہ جنم لیتا ہے جس کو قادیانی کہتے ہیں لٰہذا وہابیت کی مختلف شاخ ہیں جس کی ایک کڑی مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے جو حضور پاک علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی ماننے سے انکار کرتا ہے۔

قارئین آپ نے غور کیا کہ قوم مسلم کو گمراہ کرنے اور صراط مستقیم سے ہٹانے کے لئے شیطان لعین نے کتنی سازشیں کیں کبھی شمع عشق مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بجھانے کے لئے کبھی اہل بیت اطہار کے خلاف من گھڑت عقیدے کبھی شہداء و اولیاء اور صلحاء کے خلاف دین کے لبادے میں کفر پھیلانے والی جماعتوں کو تشکیل دی اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ یہ سارے فرقے ساری جماعتیں اور ساری تحریکیں اپنے آپ کو حق پر ثابت کرتی ہیں اور سارے فرقے کے نمائندگان قرآن ہی سے استدلال کرتے ہیں اور ان سارے فرقہان باطلہ کی بنیاد رکھنے والا شیطان لعین ہے جو مختلف حیلے اور بہانے سے امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

قال: فبعزتك لاغوينهم اجمعين۔ (سورۃ ص، آیت ۸۲)	اس (شیطان) نے کہا: سو تیری عزت کی قسم، میں ان سب لوگوں کو ضرور گمراہ کرتا رہوں گا۔ (عرفان القرآن)

تو اللہ پاک نے فرمایا شیطان لعین تو بھی سن لے:

ان عبادی ليس لك عليهم سلطن و کفی بربك و کيلا۔ (بنی اسرائیل، ۶۵)	بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا تسلط نہیں ہو سکے گا اور تیرا رب ان (اللہ والوں) کی کارسازی کے لئے کافی ہے۔ (عرفان القرآن)

ایک لطیف نکتہ

اللہ پاک نے فرمایا جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا بس نہیں چلے گا یہاں ایک لطیف نکتہ ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ شیطان ہدایت کی راہ پر حملہ آور ہوگا اور بچانا ہدایت یافتگان کو مقصود ہے مگر بچانے کے لئے رب کائنات نے فرمایا جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا بس نہیں

چلے گا تو اس نے ہدایت کو بچانے کے لئے اپنے محبوب بندوں کو ڈھال بنا دیا اور فرمایا:

يا ايها الذين آمنوا اتقو الله و كونوا مع الصادقين۔ (توبة،١١٩)	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہل صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔ (عرفان القرآن)

پس جو لوگ میرے مقرب بندوں کے ساتھ جڑ جائیں گے وہ بچ جائیں گے اور جو خود سے قرآن کی بات کرنا چاہیں گے اور خود سے استدلال کرنا چاہیں گے وہ شیطان کے جال میں پھنس کر گمراہ ہو جائیں گے اس لئے کہ قرآن ہی نے تو اعلان کیا ہے:

يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا۔ (البقرة،٢٦)	اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔ (عرفان القرآن)

لہٰذا جو ہدایت یافتہ رہنا چاہتے ہیں جو صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں تو وہ کسی مشخص ہدایت کو ڈھونڈھیں وہ کسی مشخص نمونے ڈھونڈھیں جو قرآن کی راہ پر رہنا چاہتے ہیں وہ چلتے پھرتے قرآن ڈھونڈھیں ایسی شخصیتوں کو تلاش کریں جو قرآن میں ڈھل گئی ہوں اور قرآن جن میں ڈھل گیا ہو ایسی مقدس ہستیوں کو ڈھونڈھیں جو قرآن میں اس طرح ڈھل گئی ہوں کہ وہ اور قرآن کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

علي مع القرآن والقرآن مع علي لايفترقا حتیٰ يردا علي الحوض۔ حاكم مستدرك، ج: ٣ ص ١٣۴، رقم: ۴٦٢، طبراني معجم الاوسط، ج:٥ ص ١٣٥)	علی قرآن کے ساتھی ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایسے جڑ گئے ہیں کہ حوض کوثر تک جدا نہ ہونگے۔

آگے آپ نے فرمایا حضرت زید بن ارقم حدیث کے راوی ہیں:

عن زيد بن ارقم رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وآلهٖ وسلم: اني تارك فيكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا بعدي احدهما اعظم من الآخر كتاب الله حبل ممدود من السماء الى الارض و عترتي اهل بيتي ولن يتفرقا حتیٰ يردا علي الحوض فانظر كيف تخلفوني فيهما۔ (رواه الترمذي في السنن كتاب المناقب، باب مناقب اهل بيت نبي صلى الله تعالیٰ عليه وآلهٖ وسلّم)	حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھام رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے اللہ کی کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی اہل بیت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے پس دیکھو تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن سے استدلال کرنے کے لئے اور قرآن فہمی کے لئے اہل بیت اطہار کی محبت اور ان کی معرفت لازم ہے۔

اہل بیت اطہار سے کون لوگ مراد ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيرًا (سورة الاحزاب، آيت ٣٣)	بس اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے) اہل بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک ونقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک وصاف کر دے۔ (عرفان القرآن)

اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون حضرات مراد ہیں اس سلسلے میں مفسرین کے تین

اقوال ہیں قبل اس کے کہ میں مفسرین کے اقوال کو نذر قارئین کروں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ اول یہ ہے کہ اہل بیت سے یہاں کون مراد ہیں؟

۲۔ دوم یہ ہے کہ "رجس" ناپاکی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ سوم یہ ہے کہ "تطہیر" پاکی سے کیا مراد ہے؟

اہل بیت کے سلسلے میں تین اقوال

۱۔ حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ زہراء حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

۲۔ دوم: حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اہل بیت سے مراد حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات (بیبیاں) ہیں۔

۳۔ سوم: ضحاک نے کہا اس سے آپ کے اہل اور آپ کی ازواج مطہرات مراد ہیں۔

آیت تطہیر سے ازواج مطہرات کا مراد ہونا

آیت کریمہ کے سیاق وسباق پر نظر کی جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے خطاب صریح طور موجود ہے۔ فرمایا:

یا نساء النبی لستن کاحد من النساء۔ (الاحزاب، آیت ۳۲)
اے ازواج پیغمبر تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہو۔

اور اس کے بعد والی آیت میں بھی ازواج مطہرات سے خطاب ہے، فرمایا:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ (الاحزاب، ۳۳)
اور اپنے گھروں میں سکون سے قیام پذیر رہنا اور پرانی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار مت کرنا۔

پھر فرمایا:

واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من آیت اللہ والحکمۃ۔ (سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۴)
اور تم اللہ کی آیتوں کو اور (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی) سنت وحکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے یاد رکھا کرو۔

لہٰذا "بیت"، جمع "بیوت"، کی نسبت "وقرن فی بیوتکن"، اور "واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن" آیت ہذا سے پہلے اور بعد میں بھی انہی (ازواج مطہرات) کی طرف کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ بھی قرآن پاک میں اہل بیت کا اطلاق بیویوں پر ہوا ہے اور قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ بیت سے مراد بیت سکنی ہوتا ہے۔ سورہ ہود میں فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قالوٓا اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمیدٌ مجید۔ (سورۃ ھود، آیت ۷۲)
فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بیشک وہ قابل (ستائش ہیں) بزرگی والا ہے۔

سورہ طلاق میں مطلقہ عورتوں کے بارے میں فرمایا:

لا تخرجوھن من بیوتھن۔ (سورۃ الطلاق، آیت ۱)
اور انہیں ان کے گھروں سے باہر مت نکالو۔

سورۃ یوسف میں بیت کی نسبت حضرت زلیخا کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

وراودتہ التی ھو فی بیتھا۔ (سورۃ یوسف، آیت ۲۳)
اور اس عورت (زلیخا) نے جس کے گھر وہ رہتے تھے۔

حضرت عکرمہ نے فرمایا **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرًا** یہ آیت حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی۔ امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت ازواج مطہرات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری، جلد ۲۲ رص ۱۳)

آیت تطہیر سے آل پاک مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مراد ہونا

عن عمر بن ابی سلمة ربیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم قال لما نزلت ھٰذہ الآیة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرًا) فی بیت ام سلمة فدعا فاطمة و حسنا و حسینا فجللھم بکساءٍ و علی خلف ظھرہ فجللہ بکساءٍ ثم قال: اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا. قالت ام سلمہ وانا معھم یانبی اللہ قال: انتِ علیٰ مکانك وانتِ علیٰ خیرٍ۔ (رواہ الترمذی، رقم: ۳۲۰۵)

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت (یعنی آیت تطہیر) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا اور انہیں ایک کملی میں ڈھانپ لیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی کملی شریف میں ڈھانپ لیا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک صاف کردے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ان کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ رہو اور تم بہتر مقام پر فائز ہو۔

دوسری حدیث حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے:

عن عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غداۃ و علیه مرط مرحل من شعرا سود فجاء الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنه فادخله ثم جاء الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنه فدخل معه ثم جائت فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنها فادخلها ثم جاء علی رضی اللہ تعالیٰ عنه فادخله ثم قال: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ (رواہ المسلم، باب فضائل اھل البیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت ایک اونی منقش چادر اوڑھ کر باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل فرما لیا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے پھر حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا آئیں ان کو بھی آپ نے چادر میں داخل فرما لیا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ نے انہیں چادر میں داخل کرلیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت (آیت تطہیر) پڑھی ترجمہ: اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی آلودگی دور کردے اور تم کو (گناہوں سے) خوب پاک وصاف کردے۔

اہل بیت سے ازواج مصطفی اور اولاد مصطفی دونوں مراد ہیں

اس تعلق سے تیسری حدیث جو حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے نذر قارئین کرتے ہیں:

عن زيد بن ارقم رضي الله تعالىٰ عنه قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم اذكركم الله في اهل بيتي. فقال له حصين و من اهل بيته يا زيد اليس نساءهٗ من اهل بيته من حرم الصدقة بعدهٗ قال و من هم قال هم آل علي و آل عقيل و آل جعفر و آل عباس عليهم السلام قال كل هٰؤلاء حرم الصدقة. (صحيح مسلم، رقم ۲۴۰۸)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں حصین نے کہا اے زید آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت سے نہیں ہیں؟ فرمایا ازواج مطہرات بھی اہل بیت سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام کر دیا گیا، کہا وہ کون ہیں؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ اولاد علی، اولاد عقیل، اولاد جعفر اور اولاد عباس علیہم السلام ہیں فرمایا ان پر صدقہ حرام ہے۔

جن حضرات نے اہل بیت سے ازواج مطہرات کو مراد لیا ہے اور جنہوں نے آل پاک مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیا ہے دونوں جماعت کے اقوال کی تطبیق مذکورہ حدیث شریف سے ہوگئی کہ اہل بیت کا اطلاق ازواج مصطفی اور اولاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دونوں پر ہوتا ہے۔

نصوص قطعیہ یعنی قرآن مجید سے اہل بیت کا ازواج واولاد کو محیط ہونا

ازواج مطہرات اور اولاد کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

فاستجبنا لهٗ فكشفنا ما به من ضرٍ و اٰتينٰه اهله ومثلهم معهم. (سورة الانبياء، آيت:۸۴)

تو ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور جو تکلیف (پہنچ رہی) تھی سو ہم نے اسے دور کر دیا اور ہم نے ان کے اہل و عیال (بھی) عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور (عطا فرمائے)۔

و كان يأمُرُ اهله بالصلوٰة. (سورة مريم، آيت:۵۵)

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے تھے۔

مذکورہ آیتوں سے واضح ہوگیا کہ اہل بیت سے ازواج واولاد دونوں مراد ہوتے ہیں۔ مگر بعض اوقات اہل بیت کا استعمال اس طرح ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت کا لفظ صرف حضرت فاطمہ زہراء حضرت علی، حضرت امام حسن اور امام حسین کے ساتھ مخصوص ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز فجر کیلئے تشریف لاتے اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرتے تو فرماتے "الصلوٰة يا اهل البيت"، اے اہل بیت نماز پڑھو اس کے بعد آیت مبارکہ تلاوت فرماتے انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرًا (ترمذی شریف)

آیت مباہلہ سے آل پاک مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مراد ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بغرض مناظرہ حاضر ہوا انہوں نے آکر عرض کیا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے جو کنواری بتول مریم علیہا السلام کی طرف القا کئے گئے تھے۔ انہوں نے کہا وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا وہ کیسے؟ عیسائیوں نے کہا آپ نے کوئی ایسا آدمی بھی دیکھا ہے جو بغیر باپ پیدا ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہی دلیل ان کے ابن اللہ ہونے کی ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تمہیں بدرجہ اولیٰ یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کیونکہ وہ ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو پھر بھی والدہ تھیں، باوجود اس کے ان عیسائیوں کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا محض ہٹ دھرمی کرتے ہوئے جھگڑنے لگے تو آپ نے ان کو دعوت مباہلہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فقل تعالوٰ اندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ (سورۃ آل عمران، آیت ۶۱)

تو آپ فرما دیں کہ آ جاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں پھر ہم مباہلہ (یعنی گڑگڑا کر دعا) کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں۔ (عرفان القرآن)

اس آیت کریمہ کے تعلق سے مسلم شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن سعد بن ابی وقاص قال لما نزلت ھٰذہ الایۃ فقل تعالو ندع ابناء نا وابناء کم دعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا فقال اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی۔ (رواہ المسلم، مشکوٰۃ، رقم ۵۸۷۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہی آیت (آیت مباہلہ) نازل ہوئی ترجمہ اے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ فرما دیں کہ ہم اپنے اور تمہارے بیٹوں کو بلاتے ہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا اور کہا کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس آیت کو آیت مباہلہ کہتے ہیں اب مباہلہ کے تعلق سے چند باتیں نذر قارئین کی جاتی ہیں "بھل" کے معنی لعنت کرنا ہے "بُھلا" باء پر پیش اس کا معنی لعنت ہے مباہلہ باب مفاعلۃ سے جس کا معنی ایک دوسرے پر لعنت کرنا ہے۔

بعد ازاں اس کا اطلاق ہر دعاء پر کر دیا گیا جس کی کوشش کی جائے عربوں کی عادت تھی کہ جب کچھ لوگوں کا آپس میں اختلاف ہوتا، ایک دوسرے کی تکذیب کرتے تو باہر آ کر ایک دوسرے پر لعنت کرتے اور کہتے کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رب العزت کی طرف سے حکم ہوا کہ نصاریٰ سے مباہلہ کریں اور یہ آیت نازل ہوئی: فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم۔ پس آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں آپ سے جھگڑا کرے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کی دعوت دی تو عیسائیوں نے تین دن کی مہلت مانگی تین دن کے بعد وہ شاندار پوشاکیں پہن کر اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو ساتھ لیکر بڑے بڑے پادریوں کے ہمراہ آئے ادھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ گود میں بائیں طرف سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام (جو اس وقت بچے تھے) اور دائیں طرف آپ کا دست اقدس پکڑے ہوئے سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سیدۂ کائنات سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اور مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سبحان اللہ یہ کیسا وقت تھا اور کیسے عظیم حضرات تھے جو مباہلہ کے لئے تشریف فرما تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان حضرات کو حکم فرمایا کہ جب ہم دعا کریں تو تم آمین کہنا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا: اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی۔ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری نے جب یہ حسین و بے نظیر منظر دیکھا تو پکارا اے عیسائیو!

انی لاریٰ وجوھا لو سألو اللہ ان یزیل جبلا لا زالہ من مکانہ فلا تبتھلوا فتھلکوا ولا یبقیٰ علیٰ وجہ الارض نصرانی الیٰ یوم القیمۃ فقالوا یا ابا القاسم قدر أینا ان لاننا ھلك ونترکك علیٰ دینك و تترکنا علیٰ دیننا۔

بیشک میں ایسے چہرے کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاء سے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے گا خدا کے لئے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا پس انہوں (عیسائیوں) نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اے ابوالقاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیں۔

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم عذاب الٰہی ان کے قریب آ گیا تھا اگر مباہلہ ہو جاتا یہ سب (عیسائی) بندر اور سؤر بن جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران کے چرند و پرند نیست و نابود ہو جاتے۔ (تفسیر کبیر، ۲/۴۸۸، و مدارک، ۱/۲۴۲)

لہٰذا یہ آیت (آیت مباہلہ) اہل بیت نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام (حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام) کی شان اور اہل بیت اطہار میں داخل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض اصحاب کے دلوں میں ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب امہات المومنین بھی اہل بیت میں داخل ہیں تو نزول آیت تطہیر پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر اقدس میں انہیں چار نفوس قدسیہ (حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین) کو داخل فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی **اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی**۔ یا اللہ یہ میرے اہل

بیت ہیں اس وقت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا "**انا معھم یا نبی اللہ**"، اے اللہ کے نبی میں بھی انکے ساتھ ہوں تو حضور نے فرمایا "**قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انت علیٰ مکانك انت علیٰ خیر**"، تم اپنی جگہ پر رہو تم بہتر مقام پر فائز ہو۔

لہٰذا اعتراض یہ ہے کہ جب ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں تو حضور پاک علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو چادر کیوں عنایت نہیں فرمائی؟ جبکہ احادیث شریفہ سے ازواج مطہرات کا بھی اہل بیت میں شامل ہونا ثابت ہے (گزشتہ صفحہ میں حدیث گزر چکی فقیر صابری) اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضور کی ازواج مطہرات تو اہل بیت سے ہیں ہی مگر ان اہل بیت سے نہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت سے ہیں مگر ان اہل بیت سے نہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و علیہم السلام ہیں۔ یعنی خصوصیت کے ساتھ ان نفوس قدسیہ کی اولاد اور عمومیت کے ساتھ ازواج مطہرات۔

علماء نے مذکورہ اقوال کے درمیان تطبیق اور ان کے استعمالات کی توجیہ اس طرح سے بھی کی ہے کہ بیت تین ہیں (۱) بیت نسب (خاندان)، (۲) بیت سکنیٰ (کاشانۂ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رہنے والے)، (۳) بیت ولادت یعنی (اولاد امجاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پس عبدالمطلب کی اولاد سے بنو ہاشم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں نسب کے اعتبار سے قریبی دادا کی اولاد کو اہل بیت کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کا بیت (خاندان) ہے ازواج مطہرات رہائش کے اعتبار سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ کسی شخص کی بیویوں پر اہل بیت کا اطلاق عرف اور عادت کے اعتبار سے خاص طور پر معروف ہے۔ آپ کی اولاد امجاد ولادت کے اعتبار سے اہلبیت ہیں۔

اہل بیت اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد کو شامل ہے تاہم ان میں سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم زیادہ عزت و فضیلت کے ساتھ ممتاز ہیں اور مودت و محبت کے تعلق کے سبب ممتاز اور مخصوص ہیں۔ جیسا کہ امام

اہل سنت محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اشعۃ اللمعات جلد ۴، ص ۶۸۱ میں تحریر فرماتے ہیں: اطلاق اہل بیت بریں چہارتن پاک شائع ومشہور است کہ اہل بیت کا اطلاق چہار نفوس قدسیہ (حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام) کے لئے مشہور ومعروف ہیں جب اہل بیت بولا جاتا ہے تو ذہن انہیں حضرات کی طرف جاتا ہے۔ان کے فضائل ومناقب عزت وکرامت کے بارے میں بے شمار احادیث وارد ہیں۔

لفظ رجس کے مفاہیم اور اس کا استعمال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا

اب ہم رجس کے معنی اور اس کے مفاہیم کے تعلق سے چند آیات قرآنی ذیل میں پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کو لفظ رجس کا استعمال (کہ رجس کس کس معنی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) اور اس کے مفاہیم کیا کیا ہیں صحیح طور پر پتہ چل سکے تاکہ اہل بیت کی عظمت ورفعت اور ان کی مکمل طہارت نکھر کر واضح ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنو انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن۔ (پارہ:۷، سورۃ المائدہ، آیت ۹۰)

اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کیے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کیلئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔(عرفان القرآن)

اس آیت کریمہ میں ”شراب، جوئے، بتوں کو ”رجس“ (ناپاکی) فرمایا گیا ہے۔دوسرے مقام پر فرمایا:

الا ان یکون میتۃ اودما مسفوحا اولحم خنزفانہ رجس۔ (پارہ:۸، سورۃالانعام، آیت ۱۴۵)

سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت ہو کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ (عرفان القرآن)

تیسرے مقام پر فرمایا:

واحلت لکم الانعام الامایتلیٰ علیکم فاجتنبوالرجس من الاوثان۔ (پارہ:۱۷، سورۃ الحج، آیت:۳۰)

اورتمہارے لئے (سب) مویشی (چوپائے) حلال کر دئے گئے ہیں سوا ان کے جن کی ممانعت تمہیں پڑھ کر سنائی گئی ہے سوتم بتوں کی پلیدی سے بچا کرو۔

ان دونوں آیتوں میں مردار، بہتا ہوا خون، لحم خنزیر اور بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو ”رجس“ فرمایا ہے۔

چوتھے مقام پر فرمایا:

واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الیٰ رجسھم وماتووھم کا فرون۔ (پارہ ۱۱، سورۃ توبہ، آیت:۱۲۵)

اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو اس (سورت) نے ان کی خباثت (کفر ونفاق) پر مزید پلیدی (اور خباثت) بڑھا دی اور وہ اس حال میں مرے کہ کافر ہی تھے۔

پانچویں مقام پر فرمایا:

کذالك یجعل اللہ الرجس علی الذین لایؤمنون۔ پارۃ ۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۳۵

اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذاب (ذلت) واقع فرماتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔(عرفان القرآن)

چھٹے مقام پر فرمایا:

فاعرضو عنھم انھم رجس۔ (پارہ:۱۱، سورۃ:توبۃ، آیت:۹۵)

پس تم ان (منافقین) کی طرف التفات ہی نہ کرو بیشک وہ پلید ہیں۔(عرفان القرآن)

ساتویں مقام پر فرمایا:

ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ (پارہ:۱۱)

اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کفر کی گندگی انہیں لوگوں پر ڈالتا ہے جو (حق کو سمجھنے کے لئے) عقل سے کام نہیں لیتے۔(عرفان القرآن)

ان آیات میں نفاق، منافقین، گندگی اور ناپاکی کو ''رجس'' فرمایا گیا ہے۔

آٹھویں مقام پر فرمایا:

قال قد و قع علیکم من ربکم رجس وغضب۔ (پارہ۸، سورۃ اعراف، آیت ۷۱)

انہوں نے کہا یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہو گیا۔ (عرفان القرآن)

اس آیت میں عذاب الٰہی کو ''رجس'' فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شراب، جوا، مردار، جاری خون، لحم خنزیر، بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور منافقین اور منافقت بے دینی و بے ایمانی، عذاب الٰہی وغیرہ پر ''رجس'' کا اطلاق ہوا ہے۔

تطہیر:

آیت تطہیر کے شروع میں ''انما'' ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اپنے ارادے سے جو قدیم ہے، چاہا ہے کہ اہل بیت کو ان تمام برائیوں سے پاک رکھے اور ختم آیت پر تطھیرًا کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لئے ہے یعنی معمولی طہارت نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت نے اہل بیت اطہار کو ان تمام اعتقادی و عملی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں اس طہارت کامل کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں (جیسا کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے) ہاں محفوظ ضرور ہو گئے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو یہ باطنی خلافت عطا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ معدن ولایت اور مرجع سلاسل اولیاء امت ہوئے۔

حضرت ابوالحسن بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هم اهل بيت اذهب الرجس عنهم
واطلعهم افق الهداية انجما زهرا

یہی اہل بیت ہیں جس سے ہر قسم کی ناپاکی دور کی گئی ہے

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان ہدایت پر روشن ستارے بنا کر چمکایا۔

أُحب النبی المصطفیٰ وابن عمہٖ
علیاً و سبطیه و فاطمة الزهراء

میں محبوب رکھتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی اور ان کی اولاد اور حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو۔

بفضلہٖ تعالیٰ اہل بیت اطہار کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اور اللہ رب العزت کی توفیق اور اسکی تائید سے آیت مودت کے سلسلے میں اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرابت کے تعلق سے بطور اختصار ایک جامع اور مربوط تحقیقی مضمون قرآن وحدیث کی روشنی میں نذر قارئین کرتے ہیں:

آیت مودت اور اس کا شان نزول

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قل لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ۔ (پارہ:۲۵، سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

(اے محبوب مکرم!) فرما دیجئے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت و قربت سے محبت (چاہتا ہوں)۔ عرفان القرآن

یہ آیت سورہ شوریٰ کی ہے اس لئے بہتر ہے کہ سب سے پہلے اس سورت کا شان نزول اور حکمت نزول سپرد قرطاس کر دئے جائیں تا کہ واضح طور پر مسئلہ قرابت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اصل نوعیت کے ساتھ عیاں ہو جائے۔ اس سورت کا نام ''الشوریٰ'' ہے اور شوریٰ کا معنی مشورہ ہے جیسا کہ اسی سورت کی آیت نمبر ۳۸ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمان اپنے کام باہمی مشورہ سے کرتے ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

والذین استجابو الربهم واقامو الصلوٰة وامرهم شوریٰ بینهم ومما رزقنٰهم ینفقون۔

اور جو لوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ (عرفان القرآن)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ مسلمانوں کو زندگی کا ہر اہم کام باہمی مشورہ سے

کرنا چاہئے کیونکہ ہر شخص نہ عقل کل کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہر شخص کی رائے صائب اور صحیح ہوتی ہے جیسا کہ خود رب کائنات نے اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا:

فبما رحمة من الله لنتلهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفر لهم و شاورهم فى الامر۔ فاذا عزمت فتوكل على الله ان الله يحب المتوكلين۔ (پارہ۴، سورۃ آل عمران، آیت۱۵۹)

(اے حبیب والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تندخو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کیلئے بخشش مانگا کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، بیشک اللہ توکل والوں سے محبت فرماتا ہے۔ (عرفان القرآن)

حالانکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات میں مشیر اعلیٰ ہیں وہ تو خود شریعت کے احکام نافذ فرمانے والے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات وحی خدا ہوتی ہے۔ خود رب قدیر کا ارشاد پاک ہے:

ان هوالاوحى يوحىٰ۔ (سورۃ نجم آیت۴)

ان کا ارشاد سراسر وحی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔ (عرفان القرآن)

جمہور علماء مفسرین کے نزدیک سورہ شوریٰ مکی ہے۔ مگر اس کی بعض آیتیں مدنی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت مودت قل لااسئلكم عليه اجرًا الا المودة فى القربىٰ کو مدنی آیات میں شمار کیا ہے اور اس کے بعد کی اور چار آیتیں حضرت ابن عباس کے نزدیک مدنی ہیں یعنی نمبر ۲۳ سے آیت نمبر ۲۷ تک مکمل پانچ آیتیں مدنی ہیں۔

"سورہ شوریٰ"، سورہ کہف کے بعد اور سورہ ابراہیم سے پہلے نازل ہوئی، نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۲ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۲ ہے۔

اللہ رب العزت کا مقدس فرمان ہے:

ترى الظالمين مشفقين مما كسبوا و هو واقع بهم والذين آمنو و عملوا الصّٰلحٰت فى روضٰت الجنت لهم ما يشاءون عند ربهم ذالك هو الفضل الكبير۔ (سورۃ شوریٰ آیت ۲۲)

آپ ظالموں کو ان (اعمال) سے ڈرنے والا دیکھیں گے جو انہوں نے کما رکھے ہیں اور وہ (عذاب) ان پر واقع ہو کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہ بہشت کے چمنوں میں ہوں گے ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ (تمام نعمتیں) ہوں گی جن کی وہ خواہش کریں گے یہی تو بڑا فضل ہے۔ (عرفان القرآن)

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے خصوصیت کے ساتھ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے کہ جو لوگ گناہوں میں مستغرق ہیں اور وہ جو گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں بروز قیامت اپنے جرائم، اور گناہوں سے خوف زدہ ہوں گے یعنی ان کے کرتوتوں کا وبال ان پر نازل ہوگا اور جو لوگ اللہ رب العزت کے احکام وفرامین کے خلاف دنیا میں اپنی خواہشوں اور اپنی شہوتوں کے تقاضوں پر عمل کرتے رہے اور باطل لذات میں ڈوبے رہے ان سب چیزوں کا وبال ان پر لازم ہوگا، یا تو دنیا میں بایں طور کہ ان پر مصائب اور شدائد کا نزول ہوگا اور مہلک بیماریاں ان پر حملہ آور ہوں گی یا آخرت میں ان کو اپنے جرائم کی سزا بھگتنی پڑے گی "الا" یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو معاف فرمادے۔

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اس لئے قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ کافروں کے انجام کے بعد مومنوں کے انجام کا ذکر فرماتا ہے اس آیت کریمہ کے پہلے حصے میں کافروں یا بدکاروں کا اور فاسقوں کا ذکر فرمایا، اس لئے اب اس آیت کے آخری میں مومنوں کے نیک کام کا ذکر فرما رہا ہے کہ وہ جنت کے باغات میں ہوں گے اور اہل جنت کو جس چیز میں سب سے زیادہ لذت حاصل ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے:

ذالك الذى يبشر الله عباده الذين آمنوا و عملوا الصلحات۔ (سورۃ شوریٰ)

یہ وہ (انعام) ہے جس کی خوش خبری اللہ ایسے بندوں کو سناتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔

اے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا (مگر اپنی اور اللہ کی) قرابت اور قربت (چاہتا ہوں)۔

اسی آیت میں آگے فرمایا:

ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا ان اللہ غفور شکور۔ (سورۃ شوریٰ، آیت ۲۳)

اور جو شخص نیکی کمائے گا ہم اس کے لئے اس میں اخروی ثواب اور بڑھا دیں گے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

قارئین آپ نے غور کیا؟ کہ آیت مؤدت سے پہلے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر، فاسق، اور بدکاروں کا ذکر فرمایا پھر ایمان والوں کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد نیکی کرنے والوں کے متعلق فرمایا آیت مودت کی پہلی آیت اور اس کے بعد کے الفاظ سے مفہوم بڑا واضح ہے کہ یہ سارا کچھ جو اوپر مذکور ہوا اللہ کی قربت اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی محبت پر موقوف ہے اور اگر محبت قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں تو تقرب الی اللہ کی منزل دشوار ہے اور جب تقرب الی اللہ کی منزل نہیں مل سکتی تو پھر دنیا میں بھی خسارہ اور آخرت میں بھی خسارہ۔

قُربیٰ یعنی قرابت سے کون مراد ہیں؟

قرابت سے کون مراد ہیں اس سلسلے میں مفسرین کرام کے چند اقوال ہیں جن کو ہم ذیل میں تحریر کر رہے ہیں بطور اختصار اور طوالت کے پیش نظر صرف ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے لہٰذا قارئین کی سہولت کے لئے آخر میں کتابوں کے نام اور حدیث نمبر درج ہیں تفصیلی معلومات کے لئے مصنف علیہ الرحمہ کی تخریج شدہ کتاب نذر قارئین ہے۔

پہلا قول: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ تمام قریش میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت تھی جب قریش نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تکذیب کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرنے سے انکار کر دیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میری

قوم جب تم نے میری اتباع کرنے سے انکار کر دیا ہے تو تمہارے اندر جو میری قرابت ہے اس کی حفاظت کرو (یعنی اس قرابت کی وجہ سے مجھے اذیت نہ دو اور مجھے نقصان نہ پہنچاؤ) اور تمہارے علاوہ دوسرے عرب قبائل میری حفاظت کرنے میں اور میری مدد کرنے میں زیادہ راجح نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ / ص ۱۹۷، رقم ۱۳۰۲۶)

ایک اور مقام پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر یوں فرمائی ہے ''تم میری قرابت کی وجہ سے صلہ رحمی کرو، یعنی مجھ سے میل جول رکھو اور میری تکذیب نہ کرو (جامع المسانید السنن مسند ابن عباس رقم ۱۳۰۹، المعجم الکبیر ج ۱۲ / ص ۲۷، رقم ۱۲۵۶۹)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش کے ہر قبیلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری تھی، اس لئے آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس کے سوا کوئی اجر طلب نہیں کرتا فقط میری حفاظت کرو اور مجھ سے ضرر کو دور کرو کیونکہ میری تم سے قرابت ہے۔ (المعجم الکبیر، ج ۱۱ / ص ۳۴۵، رقم ۱۲۲۳۸)

ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت امام شعبی (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے روایت نقل کی ہے کہ بے شمار لوگوں نے ہم سے اس آیت (آیت مؤدت) کے بارے میں کثرت سے سوال کئے تو ہم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس بارے میں خط لکھا تا کہ ہم ان سے اس بارے میں پوچھیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قریش میں نسب کے اعتبار سے درمیان میں تھے۔ قریش کا کوئی خاندان نہیں تھا مگر اس کا آپ کی ذات سے ولادت کا تعلق تھا تو اللہ نے اس آیت کو نازل فرمایا کہ ''میں تمہیں جو دعوت دے رہا ہوں اس پر تم سے کوئی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا مگر یہ کہ مجھے تم سے رشتہ داری حاصل ہے۔ اس وجہ سے تم مجھ سے محبت کرو اور میری حفاظت کرو۔ (مستدرک حاکم تفسیر سورۃ حم عسق، جلد ۲ / ص ۴۸۲، رقم ۳۶۶۰، دار الکتب علمیہ بیروت)

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن حاتم اور طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ضروری وضاحت

حضرت سعید بن جبیر نے قربیٰ سے اہل بیت اطہار کو مراد لیا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہر اس خاندان کو مراد لیا ہے جن خاندانوں میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رشتہ داریاں تھیں بظاہر جو مختلف اقوال نظر آتے ہیں مگر دونوں جلیل القدر حضرات کے اقوال ایک دوسرے کے منافی اور مختلف قطعاً نہیں ہیں۔ عموم اور خصوص میں فرق ہے۔ حضرت ابن عباس نے عموم کو مراد لیا ہے اور حضرت ابن جبیر نے خصوص یعنی ابن عباس نے فی القربیٰ سے مراد حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان جو قرابت تھی اس کو لیا کہ اس (قرابت) کا حق پہچانو اور مجھ سے محبت کرو نہ کہ عداوت۔

اور ابن جبیر نے فی القربیٰ سے قرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد لی ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میرے اور میری اولاد کے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے میری اولاد سے محبت رکھو کیونکہ میری اولاد سے محبت رکھنا میری محبت کی علامت ہے۔

قال الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو القربیٰ الی اللہ تعالیٰ۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قربیٰ سے مراد تقرب الی اللہ ہے۔

(اس کی بحث انشاءاللہ آئندہ صفحہ پر آئے گی)

علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

واختلف فی قرابۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: فقیل علی و فاطمہ وابناھما رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری، باب الا المودۃ فی القربیٰ)

اور قرابت میں اختلاف ہے (قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پس کہا گیا کہ (قرابت سے مراد) حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے۔

وآلہ وسلم کو تمام قریش سے رشتہ داری تھی جب انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا اور آپ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میری قوم! جب تم میری بیعت کرنے سے انکار کرتے ہو تو مجھے تم سے جو رشتہ داری ہے اس کی حفاظت کرو۔ تمہارے علاوہ عربوں میں ایسا کوئی بھی نہیں جو تمہاری نسبت میری حفاظت اور میری مدد کا حق رکھتا ہو۔ (تفسیر طبری، جلد: ۲۵ ص ۳۰، داراحیاء اثرات العربی بیروت)

قرابت سے آل پاک مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں

آیت مقدسہ (آیت مودت) میں قربیٰ سے مراد رحم کی قرابت ہے جیسا کہ گزشتہ صفحہ میں اکابر مفسرین اور جلیل القدر ائمہ کے اقوال سے ثابت ہوا کہ مکہ کے تمام قبائل میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رحم کی قرابت تھی، اس لئے آیت کا منشا یہ ہے کہ میں تم سے صرف یہ سوال کرتا ہوں کہ تم قرابت رحم کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔

قرابت سے آل پاک مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اس تعلق سے ہم جلیل القدر مفسرین اور محدثین کے اقوال حدیث کی روشنی میں تحریر کررہے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ سئل عن قولہ الا المودۃ فی القربیٰ: فقال سعید بن جبیر قربیٰ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ (صحیح البخاری، رقم:۴۸۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا، سعید بن جبیر نے کہا قربیٰ سے مراد آل پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

فقال ابن عباس عجلت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لم یکن بطن من قریش الا کان لہٗ فیھم قرابۃ۔

یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تم نے عجلت سے کام لیا سنو قریش میں کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت نہ ہو۔

آیت مودت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت (آیت مؤدت) نازل ہوئی توصحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم من قرابتك هٰؤلاء الذین و جبت علینا مودهم! قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم علی و فاطمة و ولدهما ۔(زرقانی علی المواهب، درمنثور صواعق المحرقه)

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے قریبی لوگ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے (حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن جریر ابن حاتم اور ابن مردویہ نے مقسم کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انصار نے کہا ہم نے یہ کیا ہم نے یہ کیا، گویا انہوں نے فخر کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں تم پر فضیلت حاصل ہے اور یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی مجالس میں تشریف لائے اور آپ نے خطبہ دیا کہ اے انصار کی جماعت کیا تم عاجز نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عزت دی۔ انصار نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ نہیں کہو گے کہ کیا آپ کی قوم نے آپ کو گھر سے نہیں نکال دیا تھا تو ہم نے آپ کو پناہ دی؟ کیا انہوں نے آپ کو جھٹلایا نہیں تھا کہ ہم نے آپ کی تصدیق کی؟ کیا انہوں نے آپ کو چھوڑا نہیں تھا تو ہم نے آپ کی امداد کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ انصار گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے عرض کیا: اموا لنافی ایدینا لله و رسوله یعنی ہمارے مال اور ہماری ملکیت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں تو یہ

آیت (آیت مؤدت) نازل ہوئی ‘‘کہ محبوب آپ فرمادیں کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر (جہنم سے نکال کر جنت کا پروانہ سنانے پر دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہم کنار کرنے پر نیز احکام شریعت بتلانے پر) تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر اپنی قرابت سے محبت۔ یعنی اس کے بدلے میں مال ومتاع، دولت ومنصب کا طالب نہیں ہوں فقط یہ ہے کہ اس پر اگر کچھ کرنا ہے تو میری آل سے محبت کرو اور یہ محبت کرنا بھی تمہیں ہی فائدہ دے گا اور یہ تمہاری ہی فلاح وکامیابی کے لئے ہے جس طرح میری محبت فرض ہے کہ بغیر میری محبت واطاعت کے ایمان نہیں بنتا یونہی میری آل کی محبت کے بغیر ایمان نہیں بچتا اگر ایمان پر قائم ودائم رہنا ہو تو میری آل سے محبت کرو جیسا کہ خود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس ارشاد ہے:

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم والله، لایدخل قلب رجل الایمان حتیٰ یحبهم لِله ولقرابتی منی۔ (رواه ابن ماجه رقم ۱۴۰)

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی عزت کی قسم! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک ان سے اللہ تعالیٰ کے لئے اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔

اس تعلق سے ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مروی ایک حدیث ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلف عنها غرق۔ (رواه الطبرانی، رقم: ۲۶۳۸، ۲۳۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مفسرین کے اقوال سے معلوم ہو گیا کہ اہلبیت

نبوت کی محبت بھی حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی محبت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مخلوق پر فرض ہے پر تو اہل بیت نبوت کی محبت بھی فرض ہوئی باوجود اس کے اللہ تعالیٰ اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر ترغیب وتحریص فرمائیں تو معلوم ہوا کہ اہل بیت نبوت کی محبت سرمایۂ ایمان اور رضائے خدا اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا خطبہ

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا الحسن بن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ثم تلا "واتبعت ملة اٰبائی ابراھیم" الآیة ثم قال وانا من اھل البیت الذین افترض اللہ عزوجل مؤدتھم و موالاتھم فقال فیما انزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ (الصواعق المحرقہ)

جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ بھی جان لے کہ میں حسن ہوں فرزند رسول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پھر آپ نے یہ آیت "واتبعت ملة اٰبائی ابراھیم" آخر تک تلاوت فرمائی پھر فرمایا میں اہل بیت نبوت سے ہوں جن کی محبت و دوستی اللہ عزوجل نے تم پر فرض فرمائی ہے اور اس تعلق سے اس نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت (آیت مؤدت) نازل فرمائی ہے۔

امام ابن جریر نے ابو دیلمی رحمھما اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بطور قیدی اور حالت اسیری میں دمشق لا کر ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم کھڑا ہوا اور اس نے آپ علیہ السلام سے کہا:

الحمد للہ الذی قتلکم و استاصلکم وقطع الفتنة۔

خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا خاتمہ کیا اور تمہاری جڑوں کو کاٹا اور فتنہ کو مٹایا۔

فقال (امام زین العابدین) لہٗ اما قرأت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودة فی القربیٰ قال فانتم؟ قال نعم۔ (تفسیر طبری، جلد:۲۵، ص۳۲، صواعق المحرقہ)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کیا تم نے قرآن میں یہ آیت (آیت مؤدت) نہیں پڑھی اس نے کہا کیا وہ آپ ہیں حضرت امام زین العابدین نے فرمایا ہاں وہ میں ہوں۔

شیخ جلیل حضرت شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

رأیت ولآئی اٰل طٰہٰ فریضة
علی رغم اھل البعد یورثنی القربیٰ

آل طٰہٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی الفت ومحبت کو فرض سمجھتا ہوں جو مجھے ان کے قرب کی دولت سے نوازے گی بخلاف ان کے دشمنوں کے جو ان سے دور رہیں گے۔

آگے فرمایا:

فماطلب المبعوث اجرًا علی الھدٰی
بتبلیغہ الاالمودة فی القربیٰ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ رسالت وہدایت پر معاوضہ طلب نہیں کیا سوائے اہل قرابت کی محبت کے

قرابت کے تعلق سے بعض مفسرین نے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھو اور حق قرابت کو پہچانو یہ تفسیر بھی عموم پر محمول ہے جب حق قرابت محبت کو مقتضی ہے تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ مستحق محبت ہے چنانچہ خود سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتّٰی اکون عترتی احب الیہ من عترتہ واھلی احب الیہ من اھلہٖ و ذاتی احب الیہ من ذاتہٖ۔ (بیہقی، شعب الایمان)

کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کے نزدیک اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میرے گھر والے اس کے نزدیک اس کے گھر والے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اس کے نزدیک اس کی ذات سے محبوب نہ ہو جائے۔

تبلیغ رسالت پر قرابت سے محبت کا مطالبہ

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مقدس کلام قرآن مجید نازل فرمایا اور لوگوں کی ہدایت کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید کے متعلق آیات نازل فرمائی یونہی نبوت ورسالت کے متعلق آیات نازل کیں اور احکام شرعیہ کے متعلق آیات نازل کیں دیگر عقائد اور معمولات کے متعلق آیات نازل فرمائی اور اپنے حبیب مکرم ﷺ کو ان تمام آیات، احکامات عقائد اور معمولات کی تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا اور تبلیغ فرمانا آپ ﷺ پر واجب تھی۔ **کما قال اللہ تعالیٰ بلغ ما انزل الیک من ربک** جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ محبوب مکرم ﷺ آپ پر جو کچھ نازل ہوا آپ ان چیزوں کی تبلیغ فرمائیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے جو طرح طرح کی گمراہیوں کے باعث اپنے رب سے بہت دور جا چکے ہیں پھر قریب ہو جائیں۔ کفر وشرک کی تاریکیوں اور اندھیروں سے نکل کر نور ہدایت سے اپنے قلوب کو روشن کریں اس مقصد کے حصول کے لئے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محنت ولگن کا یہ عالم تھا کہ دن رات اسی تبلیغ میں مشغول رہتے ان (کفار) کو سمجھاتے اور وہ غصہ ہوتے تو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا دیتے، وہ گالیاں بکتے تو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں دیتے، وہ روشن معجزات کو دیکھ کر اور آیات الٰہی کو سن کر بھی کفر سے چمٹے رہتے تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق دل پر غم واندوہ کے بادل گھر آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رات بھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی ہدایت کے لئے دعائیں فرماتے۔ اخلاص ومحبت کے یہ بے مثل انداز کفار مکہ نے بھلا کب دیکھا تھا۔ وہ دل ہی دل میں خیال کرتے کہ اس ساری جدو جہد اور شبانہ روز تگ ودو کے پس منظر میں کوئی بڑا مقصد کار فرما ہے جس کے حصول کے لئے یہ شخص جانگسل محنت ومشقت برداشت کر رہا ہے اور ہمارے جور وجفا پر اتنے حوصلہ اور حلم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے یا اقتدار کی ہوس ہے یا پھر ان کو سرداری چاہئے آخر کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جس کے باعث انہوں نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔

اس تہمت اور بدگمانی کے ازالہ کے لئے رب تبارک وتعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ''آپ فرما دیجئے کہ میں اس'' (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے۔ یعنی کسی کا معاوضہ طلب نہیں کرتا نہ آج نہ کل نہ کبھی۔ بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ طلب اجر کی نفی کریں:

قل لا اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین۔ (سورۃ ص، آیت ۸۶)

آپ فرما دیجئے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

لہٰذا قیامت تک البتہ میری یہ خواہش ضرور ہے کہ تم نے آپس میں قتل وغارت گیری کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اور ایک دوسرے کو ایذا پہنچانے میں اپنی قوتیں صرف کر رہے ہو اس سے باز آ جاؤ آپس میں محبت اور اخوت پیدا کرو تمہاری باہمی رشتہ داریاں اور قرابتیں ہیں تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹے چھوٹا بڑے کی پگڑی اچھالے۔ کسی کی جان، کسی کا مال محفوظ نہ ہو مجھے تمہارے یہ انداز پسند نہیں۔ میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت کرو اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو تاکہ تمہاری زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی نمودار ہو جائے۔

تبلیغ رسالت پر قرابت سے محبت کے مطالبے پر اعتراض اور اس کا جواب

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

اس آیت (آیت مؤدت) پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں تبلیغ رسالت پر ایک نوع کی اجرت کا ذکر ہے اور وہ قرابت کی محبت ہے جبکہ دیگر انبیاء علیھم السلام نے مطلقاً اجرت طلب کرنے کی نفی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قول ذکر فرمایا ہے:

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین۔ (الشعراء، آیت ۱۰۹)

اور میں تم سے اس (تبلیغ حق) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف سب جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ (عرفان القرآن)

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے طلب اجر کی نفی کی ہے:

وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علیٰ رب العالمین۔ (سورۃالشعراء،آیت۱۲۷)

اور میں تم سے اس (تبلیغ حق) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو فقط تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔(عرفان القرآن)

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے طلب اجر کی نفی کی ہے:

وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علیٰ رب العالمین۔ (الشعراء،آیت۱۴۵)

اور میں تم سے (اس تبلیغ حق) پر کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو صرف سارے جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔

یونہی حضرت شعیب علیہ السلام تبلیغ حق پر طلب اجر کی نفی کی ہے:

وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الاعلیٰ رب العلمین۔ (الشعراء،آیت:۱۸۰)

اور میں تم سے اس (تبلیغ حق) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف سارے جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔

بلکہ خود قرآن مجید میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ حکم دیا کہ آپ بھی تبلیغ رسالت پر طلب اجر کی نفی کریں جیسا کہ سورہ ص کی آیت نمبر ۸۶ سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انامن المتکلفین۔

فرما دیجئے! میں تم سے اس (حق کی تبلیغ) پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔(عرفان القرآن)

نیز رسالت کی تبلیغ کرنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا) اور جو چیز آپ پر واجب ہو آپ اس سے کیسے اجر لے سکتے ہیں فرمان خداوندی ہے:

یاَیها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ (المائدہ،۶۷)

اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اس (رب) کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔(عرفان القرآن)

مذکورہ آیتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گزشتہ انبیاء علیھم السلام نے تبلیغ حق پر طلب اجر کی نفی کی اور یہ حقیقت ہے کہ سارے انبیاء و مرسلین حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقتدی ہیں اور آپ مقتدیٰ ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء ہیں تو بدرجہٗ اولیٰ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ رسالت پر طلب اجر کی نفی کی ہے اور پیغام رسالت کو پہنچانے پر اجرت اور معاوضہ کو طلب کرنا آپ کے منصب نبوت میں تہمت کا موجب ہے اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہے ان وجوہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تبلیغ رسالت پر اجرت کو طلب کرنا آپ کے لئے جائز نہیں ہے مگر آیت مؤدت (جو سورۂ شوریٰ کی آیت ۲۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تبلیغ رسالت پر اجرت کا سوال کیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بیشک تبلیغ وحی پر اجر طلب کرنا جائز نہیں اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تبلیغ رسالت پر اپنی قوم سے کسی معاوضہ کو طلب نہیں کیا اور نہ ان سے کسی فائدے کی خواہش کی جیسا کہ سورۃ ص آیت نمبر ۸۶ سے ظاہر ہے۔

رہا یہ کہ آیت مبارکہ ''الا المودۃ فی القربیٰ'' کہ تبلیغ رسالت پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت اس تعلق سے ہم نے پہلے ذکر کیا کہ قربیٰ کی مختلف تفسیر ہیں بعض مفسرین نے عموم کو مراد لیا ہے اور بعض نے خصوص کو جن لوگوں نے عموم کو مراد لیا ہے ان میں قریش کا کل خاندان ہیں اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت سے مراد عام اولاد مطلب لی جائے تو بنو فاطمہ زیادہ قریبی ہونے کے باعث زیادہ محبت واحترام کے مستحق ہونگے۔اس تعلق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جو تمہارے لئے دلائل وہدایت کی تبلیغ کی ہے میں اس پر تم سے اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرتا کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اور اس کی اطاعت کر کے اس کا قرب حاصل کرو اور اسی تفسیر کو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے جس کو صاحب عمدۃ القاری نے اسی آیت (آیت مؤدت) کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔لہٰذا اس تفسیر پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کو امت سے طلب کرنا وہ اجر نہیں ہے جس کے طلب کی نفی کی گئی ہے اب

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت کیسے حاصل ہوگی اور ہم اس کے محبوب بندوں میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خود ہی قرآن مقدس میں فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ (سورۃ آل عمران، آیت ۳۱)

(اے حبیب) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔ (عرفان القرآن)

اس آیت سے مطلب بڑا واضح ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے وہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرے لہٰذا رسول خدا کی اتباع و پیروی کرنے والا اللہ کے مقرب بندوں میں شمار ہوگا۔

اب مسئلے کی نوعیت نکھر کر واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب وہی ہے جو رسول کا محبوب ہے اور رسول کا محبوب وہ ہے جس نے رسول کے محبوبوں اور پیاروں سے محبت کی۔

رہا رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیاروں اور محبوبوں کا تعین تو اس سلسلے میں قرآن کا خود ہی کہنا ہے النبی اولی باالمومنین من انفسھم۔

یعنی عام طور پر ہر مومن رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہے مگر خاص طور پر تو اس تعلق سے خود رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس ارشاد ہے آپ حسنین کریمین کے متعلق فرماتے ہیں:

اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔

اے اللہ میں ان دونوں (امام حسن اور حسین) کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوبوں کا ذکر یوں فرماتی ہیں:

عن جمیع بن عمیر التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دخلت عمتی علیٰ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فسئلت ای الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قالت: فاطمہ. فقیل: من الرجال؟ قالت: زوجھا، ان کان علمت صوّاما قوّاما۔ (رواہ الترمذی، رقم ۳۸۷۴)

جمیع بن عمر تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا لوگوں میں سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کون زیادہ محبوب تھا؟ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: فاطمہ (سلام اللہ علیہا) عرض کیا گیا: مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا) فرمایا: ان کے شوہر اور جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور راتوں کو عبادت کے لئے بہت قیام کرنے والے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تعلق سے بہت نرالی بات کہی ملاحظہ ہوں:

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ دخل علیٰ فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقال: یا فاطمۃ! واللہ! ما رأیت احدًا احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منك واللہ: ما کان أحد من الناس بعد ابیك صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احب الی منك۔ (رواہ الحاکم، رقم: ۴۷۳۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئے اور کہا: اے فاطمہ! خدا کی قسم! میں نے آپ کے سوا کسی شخص کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک محبوب تر نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! لوگوں میں سے مجھے بھی آپ کے والد محترم کے بعد کوئی آپ سے زیادہ محبوب نہیں۔

بہر کیف ان نفوس قدسیہ کے فضائل و کمالات کا احاطہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے دوسری اہم

بات یہ ہے کہ بغیر ان کی الفت ومحبت کے ایمان سلامت نہیں رہتا جیسا کہ مذکورہ احادیث سے ظاہر ہوا تو تبلیغ رسالت پر ان کی محبت کا مطالبہ اہل ایمان کی بھلائی اور تحفظ ایمان وعقائد پر مبنی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت (آیت مؤدت) میں مستثنیٰ منقطع ہے یعنی **قل لا اسئلکم علیہ اجرًا** پر کلام پورا ہو گیا اس کے بعد فرمایا **الا المودۃ فی القربیٰ**۔ لیکن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو (اور یہ محبت تمہیں ہی فائدہ دے گا) حضرت قبلۂ اقدس مصنف علیہ الرحمہ نے اس تعلق سے بہت ہی جامع اور مدلل بحث فرمائی ہے علم سے شغف رکھنے والے حضرات حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی کتاب کا مطالعہ کریں۔

آخری بات! وہ اصول وعناصر جو ایمان کے لئے ضروری قرار دئے گئے یعنی اہل بیت اطہار اور قرابت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ومعرفت جو کچھ تحریر ہوا مبنی بر اخلاص اور کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں اور یہ چند سطور محبت اہل بیت کے عنوان پر حقیر کی ناتمام کوشش کا نتیجہ ہے اہل علم حضرات سے بڑے ہی خلوص کے ساتھ گزارش ہے کہ اس میں کہیں لغزش ہوئی ہو تو اصلاح فرما کر ہمارے علم میں اضافہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے دین جو سراپا نصیحت ہے میں ہماری مدد کریں۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے ہر خاص وعام کو فائدہ پہنچائے اور اس خدمت کو قبول فرمائے آمین! **وماذالک علی اللہ بعزیز**

خاک پائے سگ آستانۂ شیخ العالم علیہ الرحمہ

محمد انتخاب عالم چشتی صابری

خادم جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

دار الخیر ودیار حق ردولی شریف ضلع فیض آباد

۲۹ ربیع النور شریف ۱۴۳۵ھ ۳۱ جنوری ۲۰۱۴ء بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مصنف علیہ الرحمہ

الحمدللہ الذی اَوجَبَ علی کافۃ المؤمنین وداد اھل بیت نبیہ الامین و الصلوٰۃ والسلام علی مَن اصطفاہ علی سائر الانبیاءِ وَ المرسلین۔ الذی یُسئل عن حُبِّہ وَ حُبّ اھل بیتہ یوم الدین۔ وَعلیٰ آلہ الطاھرین۔ واصحابہ الطیّبین۔

تمام تعریفیں ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے واجب کیا تمام مؤمنین کے لئے، نبی امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرنے کو اور صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش خدمت ہے اس ذات گرامی کے لئے جو معظم ومحترم ہے تمام نبیوں اور رسولوں میں، وہ ذات گرامی جس کی محبت اور جس کے اہل بیت کی محبت وعقیدت کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائیگا اور آپ کی پاکیزہ اولادوں اور مقدس اصحاب کرام کی محبت والفت اور عقیدت کے بارے میں۔ ابوالعرفان فرنگی محلی

اما بعد عاشوراء کی مبارک تاریخ کو جو خاص مناسبت بارگاہ اہل بیت اطہار صلوات اللہ و سلامہ علی نبینا وعلیہم اجمعین کے ساتھ حاصل ہے وہ اظہر من الشّمس ہے۔

زہے قسمت کہ ۶۱ھ کی اس محترم تاریخ میں فقیر خاکسار کو دربار نبوی میں حاضری کا فخر و شرف حاصل تھا، اس وقت جو تاثرات قلبی محسوس ہو رہے تھے وہ بیان سے باہر ہیں۔

اس تاریخ کربلا کے انتہائی دردناک سانحہ کو پورے تیرہ سو برس گزر کر چودھویں صدی کا آغاز ہو رہا تھا اس خصوصی مناسبت سے میرے جذبات ایمانی مجھ کو اس امر پر برانگیختہ کر رہے تھے کہ اس موقع پر اپنا کوئی نذرانۂ عقیدت اس دربار اقدس میں پیش کروں۔

چنانچہ واپسی سفر حجاز کے بعد میں نے وجوب محبت اہل بیت کے ثبوت میں ایک رسالہ کافی محنت و جانفشانی سے احیاء ا لمیت باثبات محبۃ اہل البیت لکھا جس میں حضرات قدسی صفات اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کا وجوب آیات قرآن، احادیث صحیحہ اور اقوال ائمۂ دین و علماء ملت سے ثابت کیا، نیز اسی سلسلہ میں آیۂ مؤدت کی تفسیر لکھی اور آخر میں محبت و تعظیم اہلبیت کے متعلق اسلاف کرام کی سیرت کے چند نمونے پیش کئے۔

یہ رسالہ تقریباً ایک سوبیس کتابوں سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے ضخامت میں زائد اور کتابوں کی عبارتیں نقل کرنے کے باعث کافی طویل ہوگیا ہے اس لئے یقیناً اس کی ضرورت تھی کہ اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جائے۔

مجھ کو خود اس کی جانب کوئی توجہ نہ تھی لیکن میرے دیرینہ کرم فرما، مشفق محترم سراپا کرم، بااخلاص بزرگ، جناب مرزا محمد عسکری صاحب بی اے لکھنوی مولف کتب متعددہ نے باصرار توجہ دلا کر صرف تفسیر آیۂ مودت علیحدہ قلمبند کرنے کی فرمائش کی، مجبوراً میں نے دوبارہ قلم اُٹھایا اور موصوف کی خواہش کے موافق صرف آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی مختصر تفسیر اور آخر میں علماء امت کے بعض وہ اقوال جن میں وجوب محبت اہل بیت پر اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے پیش کر رہا ہوں۔ فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتاً حسنا۔

چونکہ اس رسالہ کا موضوع آیۂ مؤدت کی تفسیر ہی ہے اس لئے اس کا تاریخی نام کنز تفسیر آیۃ مؤدتیا متاع تفسیر آیۃ المودۃ اور مختصر تاریخی لقب فیوض سادات تجویز کرتا ہوں ملک علام توفیق اتمام عطا فرمائے اور فقیر خاکسار کے حق میں ذخیرۂ آخرت و سرمایۂ سعادت اور برادران اسلام کے لئے ذریعہ ہدایت بنا کر قبولیت تامہ بخشے۔

اس رسالہ کا حقیقی ماخذ میرا رسالہ احیاء ا لمیتھی ہے لیکن اُس میں جن کتابوں سے عبارتیں نقل کی گئی ہیں اُن کا حوالہ جابجا اس میں بھی دے دیا گیا ہے تاکہ ناظرین کو آسانی ہو۔

رسالہ ہذا میں انتہائی اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے اس لئے بہت سی باتوں سے قطع نظر کرنا پڑا

ہے اُن مباحث کی تفصیل کے لئے احیاء ا لمیت کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

حقیر سی حقیر شئے کسی رفعت پائگاہ کی جانب منسوب ہوجانے سے بیش بہا اور گرانمایہ ہو جاتی ہے۔ اسی لئے یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی اس ناچیز تالیف کو معزز و مفتخر بنانے کیلئے کسی ایسی رفیع المرتبت ہستی کی جانب منسوب کیا جائے جس کے علو مکان اور رفعت شان سے اسکو بھی مزید وقعت و امتیاز حاصل ہوجائے اور اس انتساب کی بدولت اس میں چار چاند لگ جائیں۔ چنانچہ اس ناچیز رسالہ کو خلوص قلب اور جذب دل کے ساتھ سرکار ابد قرار عرش منزل۔ نیر اعظم فلک عظمت و بختیاری بحر بیکران جود و نوال شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین طٰہٰ و یٰسین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و ازواجہ واصحابہ و ذریاتہ وسلم تسلیما کثیرا دائماً ابدا کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون و منسوب کرتے ہوئے یہ حقیر تحفہ بارگاہ سامی رفعت پائگاہ میں پیش کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اور بارگاہ صمدیت میں دست بدعا ہوں کہ بروز قیامت مجھے اور میری اولاد اور مریدین و متوسلین کو شفاعت عظمیٰ و کرامت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز فرمایا جائے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بحرمۃ النون والصاد

کنز تفسیر آیۃ مودت
معروف بہ فیوض سادات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدك يارب العباد و نشكرك على ما شرفتنا بمحبة اهل بيت سيد الامجاد و نسئلك ان تصلى وتسلم على من ارسلته مبشر الارباب المحبة والوداد و نذير الاهل البغى والعناد و افترضت وده و ودقرباه على سائر العباد حبيبك المصطفىٰ و وليك المجتبىٰ وامينك على وحى السماء الذى جعلت حبه وحب اهل بيته خير الزادليوم المعاد صلى الله عليه و علىٰ آله البرره وصحبه الخيرة الى يوم التناد۔

امابعد! حضرات اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت کا جز وایمان ہونا ہر مؤمن ومسلم کا عقیدہ ہے اوراس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان حضرات قدسی صفات کی محبت دینی فرائض کی طرح ایک فرض ہے اوراس سے انکار کرنے والا دائرہ اہل سنت سے خارج قرار دیا جائے گا۔

اس کی فرضیت ووجوب پر جن ادلہ سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک آیۂ مؤدت بھی ہے جس میں لوگوں کوحضرات اہل بیت اطہار سے محبت کی ترغیب دی گئی ہے

یہ آیت پچیسویں پارے میں سورہ شوریٰ کے چوتھے رکوع کی چوتھی آیت کا بعض حصہ ہے۔رب تعالیٰ وتقدس فرماتا ہے:

قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربىٰ

آپ فرمایئے میں نہیں مانگتا اس (دعوت حق) پرکوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے۔

یعنی قرآن پہنچانے پر میں تم سے کچھ نیگ [1] نہیں مانگتا مگر قرابت کی دوستی یعنی میں تمہارا پیغمبر ہوں مجھ سے بدی نہ کرواس آیت کے معنی میں تین قول ہیں پہلا یہ کہ قربیٰ کے معنی خویشی اور رشتہ داری دوسرے معنی خویش قریبی لوگ تیسرے معنی نزدیک ہونا اس بنا پر پہلے قول کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ کا حکم پہنچانے پر میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا مگر یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ محبت کرو بسبب خویشی اور رشتہ داری کے جو تمہارے ساتھ رکھتا ہوں اور میری اپنائیت کا حق لحاظ رکھواور دوسرے قول کے موافق یہ ہے کہ میرے خویشوں قریبوں کے ساتھ محبت کروتیسرے یہ معنی کہ عبادت اور اطاعت کے ساتھ اللہ کی نزدیکی ڈھونڈھواور اُس کی محبت حاصل کروابن کثیر اور فتح البیان والے نے پہلے معنے کوترجیح دی ہے اوروہ روایت جو بخاری میں ہے اس معنی کی مؤید ہے۔[2]

ان تراجم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس آیہ کریمہ کے معانی مختلف انداز سے بیان کئے گئے ہیں اوراس سے جس طرح اللہ تعالیٰ کی قربت مطلوب ہوسکتی ہے اُسی طرح محبت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اُسی طرح محبت اہل بیت۔لیکن محبت رسالت کے سوا دوسرے معانی مرجوح ہیں یا مراد ہی نہیں لئے جاسکتے اس کی تحقیق کرنا ضروری ہے کیونکہ بعض مترجمین لکھتے ہیں:

بعض علماء نے **مودة فى القربىٰ** سے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پرکوئی بدلہ نہیں مانگتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔

کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور اقارب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وتعظیم اور حق شناسی امت پرلازم وواجب ہے اور جزوایمان ہے اوراُن سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور کی محبت پرمتفرع ہے لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا شان نزول اورروایات صحیحہ

۱۔ نذر۔

۲ نیز تفسیر درمنثور، جلد ۵ ومعجم الکبیر جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۵ ؍میں بھی یہ معنی بیان کیا گیا ہے۔

کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور کی شان رفیق کے مناسب نہیں معلوم ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم

صاحب ترجمہ نے جس دلنشیں انداز سے ان معنی کی تردید کی ہے وہ ظاہر کر رہا ہے کہ در اصل یہ معنی مراد لینا سخت غلطی اور قرآن مجید کی غلط تفسیر کر کے مواخذہ دار ہونا ہے اس کے علاوہ اس سے تنقیص شان رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لازم آتی ہے، عیاذ باللہ

پھر ایسی حالت میں اہل سنت مفسرین، اکابر محققین نے یہ معنی اپنی تفاسیر قرآنی میں درج ہی۔ کیوں کئے اور ایسی فاحش غلطی کا ارتکاب ان شیدایان جمال نبوی سے کیونکر ہوا جو حضور اقدس کی شان عزیز میں ادنی تشابہ تنقیص گوارا نہیں کر سکتے تھے؟ یہ سوال قابل غور ہے جس کا جواب خود بخود مل جائیگا جبکہ اس کی تفسیر پر نظر ڈالی جائیگی۔

لفظی تشریحات: قبل اس کے کہ آیت کی تفسیر بیان کی جائے اور مفسرین کے اقوال کی روشنی میں اس پر غور کیا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لغوی تحقیق کر لی جائے تا کہ تفسیر میں سہولت ہو:

اجر کے معنی: پاداش عمل ہیں اس کی جمع آجار و اجور آتی ہے[۱] اور یہ اجرت کے ہم معنی ہے اس سے ہر پاداش مراد ہوتی ہے خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی، جیسے ارشاد ہوتا ہے **ان اجری الا علی اللہ** (میرا بدلہ نہیں ہے مگر اللہ پر) اور اُجرت و اجر اُس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جو باہمی معاہدہ یا اس کے قائم مقام سے حاصل ہو اور اس کا استعمال صرف نفع ہی میں کیا جاتا ہے مضرت میں اس کا استعمال نہیں کرتے۔[۲] مفسرین نے اس کے معنی بدلہ جزا مالی عوض بیان کئے ہیں[۳] کیونکہ **ویختص فی العرف بالمال** اجر عرف عام میں مالی نفع کے ساتھ مخصوص ہے[۴] اور عام طور پر جب لفظ اجر بولا جاتا ہے تو اس سے مالی بدلہ ہی مراد ہوتا ہے لیکن اکثر مفسرین نے اس کے معنی مطلقاً نفع ذکر کئے ہیں جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے۔

۱۔ منتہی الادب، القاموس الجدید، مصباح اللغات۔

۲۔ مفردات غرائب القرآن، جلد اول، کتاب الھمزہ مصنف امام راغب اصفہانی۔

۳۔ جامع البیان، مصنف امام ابن جریر طبری، آیت مؤدت کے تحت۔

۴۔ روح المعانی، جلد ۱۴، صفحہ ۷۴، علامہ شہاب الدین محمود آلوسی۔

اگر اجر سے مطلق نفع مراد لیا جائے تو محبت بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے اس لئے کہ وہ بھی ایک قسم کا نفع ہے اور اگر اجر سے مالی نفع مراد لیا جائے تو محبت اس میں داخل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ مالی نفع نہیں۔

مودۃ کے لغوی معنی: دوست داشتن ہیں لیکن بعض مفسرین نے اس مقام پر عظیم و وسیع محبت[۱] اور بعض نے ہمیشہ رہنے والی شدید محبت[۲] اور بعض نے ثبات محبت بیان کئے ہیں[۳] اور بعض نے مودت کو ترک اذیت سے کنایہ قرار دیا ہے۔[۴]

فی کا استعمال: عام طور پر ظرفیت کے لئے ہوتا ہے جیسے **الماء فی الکوز والمال فی الکیس** (پانی کوزہ میں اور مال تھیلی میں ہے) لیکن کبھی فی کا استعمال سببیت کے لئے بھی ہوتا جیسے آیۂ کریمہ **لمسّکم فیما اخذتھم عذاب عظیم** (یعنی تم کو چھو لیا سخت دردناک عذاب نے اس چیز میں جو تم نے حاصل کی) میں فی بمعنی لام سببیت ہے اور مراد لما اخذتم ہے (یعنی اس چیز کی وجہ سے جو تم نے حاصل کی)[۵]

اس آیت میں بعض مفسرین نے فی بمعنی ظرفیت مراد لیا ہے جیسے **الماء فی الکوز** میں بمعنی ظرفیت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ قرابت مندوں میں ثابت رہنے والی محبت، یہ ویسے ہی ہوگا جیسے بولتے ہیں **لی فی اٰل فلان مودۃ** (میرے لئے فلان کی اولاد میں محبت ہے) اور مطلب اس کا **اوُداٰل فلان** ہوتا ہے (یعنی فلاں کی اولاد کو دوست رکھتا ہوں) اور اس کو ثابتۃ محذوف کے متعلق قرار دے کر حال بنایا ہے، اب کلام کی تقدیر **الا المودۃ ثابتۃ فی القربیٰ و متمکنۃ فیھا** (یعنی مگر مودت چاہتا ہوں درحالیکہ وہ قرابت میں ثابت اور اُس میں جگہ کئے ہوئے ہو) ہوگی۔

اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ قرابت دار مؤدت کی جگہ اور ظرف ہیں جیسے پانی کے لئے برتن،

۱۔ فتوحات الٰہیہ، مصنف شیخ سلیمان الجمل، صفحہ ۲۸۹۔

۲۔ ینابیع المؤدۃ، مصنف، شیخ سلیمان حنفی بلخی

۳۔ الیواقیت الجواہر مصنف، امام عبدالوہاب شعرانی۔

۴۔ روح البیان مصنف شیخ اسماعیل حقی، صفحہ ۳۱۰۔

۵۔ عمدۃ النحو، حضرت مولانا عبدالحمید فرنگی محلی۔

یا جس طرح لی فی آل فلان مودۃ میں آل فلاں ظرف ہے۔[۱]

اور بعض مفسرین نے یہاں فی بمعنی لام سببیت بھی مراد لیا ہے اور اس صورت میں اس کا تعلق مودت سے ہوگا اور قربیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت و رحم مراد ہوگا جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں مذکور ہے۔

قربیٰ: بشری اور زلفی کے وزن پر قُرب کے مصادر سے ہے، جس کے معنی قریب و نزدیک ہونا ہیں۔ نیز لوگوں کی باہمی قرابت و سلسلہ رحمی کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔[۲] اور اس کے معنی خویشی و نزدیکی مراد ہوتے ہیں، بولا جاتا ہے بینی و بینہ قربی (میرے اور اُس کے درمیان قرابت و رشتہ داری ہے)[۳] اور اس سے اہل قرابت بھی مراد ہوتے ہیں کیونکہ قربی بمعنی قرابت ہے اور قرابت کے معنی اقارب ہیں جیسے صحابہ[۴] اور بعض نے قربیٰ بمعنی قرابت بتاتے ہوئے قرابت کو قریب کا اسم جمع قرار دیا ہے اور ایسا ہی لفظ صحابہ میں بھی کہتے ہیں۔[۵]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربیٰ سے قرابت دار مراد لئے جاسکتے اور اس مقام پر قرابت مند مراد لینے کے لئے لفظ ذو یا اہل وغیرہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔

مفسرین نے لفظ قربیٰ کے تین معنی بیان کئے ہیں ایک قرابت بمعنی رحم دوسرے قرابت بمعنی اقارب تیسرے قرابت بمعنی قرب و تقرب جیسا کہ تفسیر کبیر، فتح البیان، حاشیہ جمل وغیرہ میں ہے۔

استثناء کی تحقیق: استثنا کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع۔ استثناء متصل وہ استثنا ہے جس میں مستثنی، مستثنی منہ کی جنس سے اور اُس میں داخل ہو اور الاّ وغیرہ حروف استثناء کے ذریعہ مستثنی منہ سے خارج کیا جائے جیسے جاء نی القوم الا زیدا اور استثناء منقطع وہ استثنا ہے جس میں مستثنی،

۱۔ غرائب القرآن، مصنف علامہ نظام الدین نیشاپوری، صفحہ ۳۷، تحت آیت مؤدت۔

۲۔ غرائب القرآن، مصنف علامہ نظام الدین نیشاپوری، تفسیر طبری ۱۶/ صفحہ ۲۲۔

۳۔ منتہی الادب، علامہ عبدالرحیم صفی پوری۔

۴۔ نہایہ، حافظ ابن اثیر، حاشیہ بیضاوی، صفحہ ۴۱۸، تحت قرابت۔

۵۔ حاشیہ بیضاوی، علامہ شہاب الدین خفاجی، صفحہ ۴۱۸۔

مستثنی منہ کی جنس سے نہ ہو اور نہ اُس میں داخل ہو اور حکم سے خارج کیا جائے جیسے جاء نی القوم الا حمارا (میرے پاس قوم آئی مگر گدھا) یہ تعریف عام طور پر مشہور اور ابتدائی کتابوں میں مذکور ہے لیکن دراصل استثناء متصل میں مستثنی کا جنس مستثنی منہ سے ہونا اور استثنا منقطع میں ایسا نہ ہونا ضروری نہیں بلکہ استثناء منقطع میں بھی مستثنی جنس مستثنی منہ سے ہوسکتا ہے جیسے جاء نی القوم الا زیدا کہ کر قوم سے ایسی جماعت مراد لی جائے جو زید سے خالی ہو۔ اس صورت میں زید جنس قوم سے اگرچہ ہے لیکن قوم میں داخل نہیں لہٰذا استثناء منقطع ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں مستثنی متصل اور منقطع میں فرق یہ ہوگا کہ اگر استثناء سے قبل مستثنی منہ میں مستثنی داخل تھا پھر خارج کیا گیا تو مستثنی متصل ہے اور اگر استثنا سے پیشتر داخل نہ تھا مگر حکم سے خارج کیا گیا تو مستثنی منقطع ہے جیسا کہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں اس بحث کو بالکل صاف کر دیا ہے اور تصریح کر دی ہے کہ

"مستثنی متصل وہ مستثنی نہیں ہے جو جنس مستثنی سے ہو جیسا کہ بعض نحویوں کا گمان ہے"

اس آیت میں الا المودۃ استثناء متصل مانا جائیگا یا استثناء منقطع یہ ایک اختلافی امر ہے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اجر کے معنی پاداش عمل، مطلق نفع، بدلہ، جزا، عوض، یا مالی نفع ہیں، اگر اجر سے مالی نفع کے علاوہ دوسرے معانی مذکورہ مراد لئے جائیں تو مودت اُس میں داخل ہوسکتا ہے اور اس صورت میں یہ استثناء متصل ہوگا اور اگر مالی نفع مراد لیا جائے تو مؤدت اُس میں بالیقین داخل نہیں اور اس صورت میں استثناء منقطع ہوگا۔

علامہ زمخشری نے اس آیت میں دونوں صورتیں جائز بتائی ہیں اور دونوں حالتوں کا یکساں ہونا علامہ جُمل علامہ نیساپوری، علامہ نسفی کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے اور علامہ قسطلانی علامہ ابو السعود عمادی علامہ بیضاوی نے استثناء منقطع ہونا بصیغۂ تمریض بیان کیا ہے جس سے اس کا مرجوح ہونا سمجھا جا سکتا ہے اور صاحب فتح البیان کے قول سے بھی کچھ ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے، لیکن علامہ ابو البقاء عکبری، علامہ شہاب حلبی، کے اقوال سے استثناء منقطع کا مرجح ہونا اخذ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ حجۃ اللہ فی الارض حضرت شیخ اکبر اور رجاج، امام ابن جریر طبری، امام بغوی نے استثناء متصل سے انکار کر کے صرف استثناء منقطع ہی تسلیم کیا ہے۔[۱]

۱۔ جامع البیان از امام ابن جریر طبری، جلد ۲۱، صفحہ ۵۳۰۔

مختصر طور پر اس باب میں اختلاف پیش کر دیئے گئے اس کا اثر معنیٰ آیت پر کیا پڑتا ہے اس کو آئندہ انشاء اللہ واضح کریں گے۔

خطاب کس سے ہے؟ اب اس پر بھی نظر کرنا ضروری ہے کہ لا اسئلکم میں خطاب کس سے کیا گیا ہے۔ اس میں بھی مفسرین مختلف نظر آتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس میں خطاب خاص قریش سے ہے جو حضور اقدس ارواحنا فداہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہونچاتے تھے اور جن سے قرابت رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا پاس ولحاظ اور رشتہ داری کی محبت اور ترک ایذا رسانی مطلوب ہے۔ یہ قول عکرمہ، مجاہد، ابو مالک اور شعبی کا ہے۔(۱)

اور بعض کہتے ہیں کہ مخاطبت قریش اور انصار دونوں سے ہے اس لئے کہ قریش آپ کے دادھالی قرابت دار اور انصار آپ کے ننھالی رشتہ دار تھے اور دونوں سے محبت رسالت مسؤل ہے۔(۲)

اور بعض کا خیال ہے کہ مخاطب تمام اہل عرب ہیں اس لئے کہ عرب کے ہر خاندان سے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری تھی اور بپاس قرابت سب سے محبت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا سوال کیا گیا ہے۔(۳)

اور بعض کے نزدیک اس میں خطاب عامۃ المسلمین سے کیا گیا ہے جن سے اقارب حضرت نبی کریم علیہ الف الف تحیۃ وتسلیم سے محبت مطلوب ہے اور بعض کا گمان ہے کہ تمام انسان اس میں مخاطب ہیں جن کو محبت الٰہی اور تقرب خداوندی پر برانگیختہ فرمایا گیا ہے۔(۴)

یہ آیت کہاں نازل ہوئی؟

اس میں شک نہیں کہ یہ آیت سورہ شوریٰ کی ہے جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس وجہ سے یہ آیت بھی مکی ہوگی لیکن بہت سی سورتیں قرآن مجید کی ایسی ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں اور اُن کی بعض آیتیں مدنی ہیں یا پوری سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے مگر بعض آیتیں اُس کی

۱۔ المعجم الکبیر، جلد ۱۲، رقم الحدیث ۱۳۰۲۶۔
۲۔ غرائب القرآن
۳۔ غرائب القرآن، المعجم الکبیر جلد جلد ۱۱، رقم الحدیث ۱۲۲۳۸، جامع المسانید۔
۴۔ جامع البیان امام ابن جریر طبری، جلد ۲۱، صفحہ ۵۲۹۔

مکی ہیں اس لئے اس کی تحقیق کر لینا چاہئے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی ہے۔

سورہ شوریٰ کا مکہ معظمہ میں نازل ہونا اتفاقی مسئلہ ہے جمہور مفسرین اسی کے قائل ہیں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، امام حسن بصری، عکرمہ، عطاء، جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوری سورت کا مکی ہونا مروی ہے۔(۱)

مگر بعض نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پوری سورت مکی نہیں بلکہ بعض آیتیں مستثنیٰ ہیں جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے اتقان میں تصریح کی ہے، کہ سورۃ شوری میں ام یقولون افتری سے بصیر تک مستثنیٰ ہے مکی نہیں(۲) اور اس پر استدلال میں طبرانی وحاکم کی مروی روایت پیش کی جاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات انصار کے حق میں نازل ہوئی ہیں، اسی طرح ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ابن غرس کی حکایت کے موافق والذین اذا اصابھم البغی سے من سبیل تک مکی نہیں ہیں۔

اس طرح پوری سورت کا مکی ہونا اختلافی ہو گیا اب اس آیت کے متعلق غور کرنا ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی۔

چنانچہ اس آیت کے متعلق بھی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے ایسی ذکر کی جاتی ہے جس سے اس کا مدنی ہونا معلوم ہوتا ہے اور حضرت قتادہ سے بھی ایسا ہی مروی اور حضرت مقاتل سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

اسی بنا پر صاحب جلالین اور نیساپوری نے تصریح کی ہے کہ سورہ شوری مکی ہے مگر چار آیتیں قل لا اسئلکم علیہ اجرا سے مکی نہیں ہے۔

البتہ حافظ ابن کثیر نے ان آیات کے مدنی ہونے سے انکار کرتے ہوئے اس قول کو بعید قرار دیا ہے مگر بُعد کی وجہ صراحت سے ذکر نہیں کی۔ ہاں جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ یہ آیتیں مکی ہیں اس لئے اس کو اولیٰ اور ارجح قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے اپنا یہ خیال

۱۔ فتح البیان، جلد ۱۲، صفحہ ۲۷۱۔
۲۔ الاتقان، جلد ۱، صفحہ ۷۸، علامہ جلال الدین سیوطی۔

ظاہر کیا ہے چنانچہ صاحب فتح البیان لکھتے ہیں:

''اولیٰ یہ ہے کہ یہ آیت مدنی نہیں ہے حالانکہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ یہ آیت مدنی ہے۔''

اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو لوگ آیت کا مدنی ہونا تسلیم نہیں کرتے اُن کے نزدیک صرف قرابت داری رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واز کی التسلیم ہی مراد ہو سکتی ہے۔ دوسرے معنی درست نہ ہوں گے اور جن لوگوں نے آیت کا مدنی ہونا تسلیم کیا ہے اُن کے نزدیک حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقارب سے محبت مطلوب ہوگی۔

شان نزول میں مختلف اقوال ہیں

جس طرح محل نزول میں اختلاف پائے جاتے ہیں اسی طرح شان نزول میں بھی مختلف اقوال ذکر کئے جاتے ہیں اور یہ اختلاف دراصل اختلاف روایات پر مبنی ہے۔

ہم پہلے ان اقوال کی تفصیل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں پھر منشاء اختلاف اور وجہ اختلاف پر نظر ڈالیں گے۔

کتب تفسیر میں شان نزول کے متعلق پانچ قول ذکر کئے گئے ہیں:

پہلا قول: ایک روایت یہ ذکر کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین مکہ اپنے مجمع میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ محمد (مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اپنی اس خدمت تبلیغ پر کوئی معاوضہ چاہتے ہیں یا نہیں۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ میں تم سے اس خدمت تبلیغ و بشارت پر جس پر میں مامور ہوں، کوئی بدلہ یعنی نفع نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم مجھ کو میری قرابت کی وجہ سے دوست رکھو یا میرے اہل قرابت کو دوست رکھو۔

اس شان نزول کے موافق قربیٰ سے مراد قرابت رسول اور اقارب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دونوں مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ امام ثعلبی اور علامہ ابوالسعید عمادی نے ذکر کیا ہے۔

دوسرا قول: دوسری روایت یہ بھی ذکر کی جاتی ہے کہ کفار و مشرکین حضور اقدس ارواحنا فداہ کو سخت سے سخت اذیتیں پہونچاتے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے تھے، حالانکہ وہ لوگ صلہ رحمی اور حق قرابت ادا کرنے پر فخر کیا کرتے تھے اور اُن کو اپنی اس عادت پر ناز رہا کرتا

تھا اس لئے اس آیت کے ذریعہ اُن کو قرابت رسول یاد دلائی گئی اور قرابت کی مروت و محبت اور صلہ رحمی (جو اُن کا مایۂ ناز فخر تھا) کا حکم دیا گیا اور ایذا رسانی ترک کرنے کی تحریص فرمائی گئی۔

تیسرا قول: تیسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضور اقدس ارواحنا فداہ کی دس مائیں مشرکہ تھیں، جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر کفار کے مجمع کی طرف ہوتا تو وہ بدبخت اُن امہات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کرتے اور اُن کو بُرا کہہ کر قلب مبارک کو اذیت پہونچاتے لہٰذا یہ آیۂ کریمہ نازل فرما کر قرابت مندان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کر کے حضور اکرم کو اذیت پہونچانے سے روکا گیا۔

اس تقدیر پر قربیٰ سے اقارب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مراد ہوں گے۔

چوتھا قول: بروایت مقسم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ انصار اپنی مجلس میں اپنے کارناموں پر فخر کر رہے تھے (کہ ہم نے اسلام کے لئے یہ کیا اور یہ کیا، ان کی گفتگو سن کر) حضرت عباس بن عبدالمطلب یا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ ہم کو تم پر بزرگی حاصل ہے۔ اس واقعہ کی اطلاع بارگاہ رسالت میں پہونچی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انصار کی مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا: اے گروہ انصار! کیا تم ذلیل نہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے عزت دی؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تم گمراہ نہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے ہدایت دی؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تم مجھ کو اس کا جواب نہ دو گے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم کیا عرض کریں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تم نہ کہو گے کہ کیا آپ کی قوم نے آپ کو نہیں نکالا، پھر ہم نے آپ کو جگہ دی؟ کیا انہوں نے آپ کو نہیں جھٹلایا پھر ہم نے آپ کی تصدیق کی؟ کیا اُن لوگوں نے آپ کو نہیں چھوڑ دیا پس ہم نے آپ کی مدد کی؟ آپ فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑے اور عرض کیا کہ ہمارا مال اور جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے سب کچھ اللہ اور اُس کے رسول کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

۱۔ جامع البیان، تفسیر طبری جلد ۲۵، صفحہ ۳۲۔

ابن جریر کے علاوہ اس کو ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے بھی ذکر کیا ہے [1] لیکن اس کی روایت میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ضعیف ہیں اس بنا پر یہ روایت ضعیف ہے اور اس کو آیت کا مکی ہونا باطل کرتا ہے [2] اور صحیحین میں غنیمت حنین کی تقسیم کے باب میں اسی سیاق کے قریب روایت موجود ہے لیکن اُس میں اس آیت کا نزول مذکور نہیں اور اس آیت کا مدینہ میں نازل ہونا قابل غور ہے کیونکہ سورت مکی ہے اور اس آیت اور اس سیاق حدیث میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ [3]

اس میں شک نہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی یزید ابن زیاد ضعیف ہیں لیکن ایسی ضعیف روایت دوسری اُن روایات کے مقابلہ میں جو حدیث موقوف کی حد سے آگے نہیں بڑھتی ہیں کیسے ترک کی جائے گی۔

احادیث ضعیفہ احکام حلال وحرام اور صفات الٰہیہ سے متعلق قبول نہیں کی جاتی ہیں باقی فضائل اعمال وغیرہ امور میں احادیث ضعیفہ قبول ہوتی ہیں۔ ائمہ اعلام کی تصریحات اس بارے میں موجود ہیں۔ پس اس حدیث کو کیوں نہیں قبول کیا جا سکتا جبکہ اس کا تعلق حلال وحرام وغیرہ سے نہیں ہے۔

شان نزول وغیرہ کے متعلق اکثر و بیشتر احادیث ضعیف ہی ملتی ہیں جن کو قبول کیا جاتا ہے اور جن سے استناد و استدلال میں ذرا جھجک نہیں ہوتی۔ پھر اس حدیث کے ایک راوی کا ادنی ضعف اس کو کیوں ساقط قرار دیتا ہے۔

پوری سورت کا مکی ہونا مختلف فیہ ہے اس آیت کا مکی ہونا بھی اختلافی ہے پھر ایک اختلافی بات کسی حدیث کو باطل کیسے قرار دے سکتی ہے اور اگر آیت کا مکی ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ جب انصار کا یہ واقعہ پیش آیا ہو تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بطریق تمثیل اس آیت کی تلاوت فرمائی ہو اور راوی نے اسی واقعہ کو شان نزول سمجھا ہو جیسا کہ مختلف

۲۔ درمنثور، علامہ جلال الدین سیوطی، صفحہ ۱۰۴۰۔

۳۔ فتح الباری، حافظ ابن حجر۔

۱۔ درمنثور۔

مواقع پر ایسے واقعات پیش آئے ہیں اور اس صورت میں آیت کا مکی ہونا اس روایت کو باطل کیسے قرار دے گا؟

غنیمت حنین کی تقسیم کے باب میں اس قسم کی جو روایت صحیحین میں مذکور ہے اُس میں نزول آیت کا تذکرہ نہ ہونا اس حدیث کے لئے مضر نہیں کیونکہ اولاً یہ حدیث غنیمت حنین سے متعلق نہیں کہ اس میں اور صحیحین کی حدیث میں مطابقت ضروری ہو، ثانیاً صحیحین میں کسی روایت کا نہ پایا جانا اُس کے ساقط الاعتبار اور ناقابل استناد ہونے کو مستلزم نہیں۔

آیت اور سیاق حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ انصار نے اپنا مال بارگاہ نبوی میں خوشنودی خاطر رسالت حاصل کرنے کے لئے اُس وقت پیش کیا جب حضور اقدس نے اپنے احسانات بیان فرما کر اقارب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر انصار کے عُجب وتفاخر کی تردید فرمائی ایسے وقت مال پیش کرنا اور آپ کا قبول فرمانا، اجر رسالت، معاوضہ احسانات کرنا اور اُس کا قبول فرمانا تھا لہٰذا وہ مال آپ نے واپس فرما کر اقارب کی محبت پر توجہ دلائی۔ **ھذا ما عندی و اللہ اعلم** بہر حال یہ حدیث اس باب میں قبول کی جاسکتی ہے اسی وجہ سے مفسرین نے اس کو ذکر کر کے اس سے استناد کیا ہے۔

پانچواں قول: ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضور رسول کریم علیہ الف الف تحیۃ وتسلیم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کو ادائے حقوق کے سلسلہ میں مالی ضرورت زیادہ رہتی اور خرچ کی تنگی ہوتی تھی۔ خانوادۂ نبوت کو اپنے مصارف پورے کرنے میں سخت دشواریوں کا سامنا رہتا اور آپ کے پاس اتنی رقم نہ ہوتی کہ بآسانی آپ تمام حقوق ادا فرما سکتے، فقر وافلاس کی یہ حالت اور ایسی زحمت و پریشانی تکلیف وعسرت سے انصار متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آخر کار انہوں نے اپنا مال جمع کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کیا حضور اقدس نے اس کو قبول فرمایا اور واپس کر دیا اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے ذریعہ اُن کو محبت اقارب رسالت پر برانگیختہ کیا گیا۔ [1]

۱۔ مفاتیح الغیب، امام فخر الدین رازی، عمدۃ القاری، جلد ۱۳، صفحہ ۲۹۲۔

یہ قول واحدی نے حضرت ابن عباس سے روایت کر کے ذکر کیا ہے اور یہ کلبی وغیرہ ضعیف راویوں کی روایت ہے۔ واحدی کی طرح امام ثعلبی نے بھی اس کو اسباب نزول میں بغیر سند ذکر کیا ہے جو غالباً بروایت کلبی بطریق ابی صالح حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور طبرانی نے اسی کے مثل بواسطۂ عثمان بن یقظان سعید بن جبیر سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس کو ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے[1] مگر طبرانی وابن مردویہ کی روایت کو صاحب لباب النقول والدر المنثور نے ضعیف بتایا ہے۔ بعض مفسرین نے اس قول کی بنا پر قربی کے معنی قرابت دار مراد لئے ہیں اور بعض نے تقرب الٰہی وطاعت خداوندی۔ جیسا کہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے۔[2]

اختلاف کا سبب کیا ہے؟ شان نزول وغیرہ میں ایسے شدید اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں:[3]

"شان نزول میں دشواری کا سبب علماء متقدمین و متاخرین کا اختلاف ہے اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین صرف کسی ایسے قصہ کو شان نزول نہیں قرار دیتے جو زمانہ نبوی میں پیش آیا اور سبب نزول بنا ہو بلکہ اکثر یہ حضرات اُن باتوں کو بھی شان نزول بتاتے ہیں جن پر آیت صادق آتی ہو، خواہ وہ باتیں زمانہ نبوی میں پائی گئی ہوں یا اس کے بعد اور ایسے امور کے متعلق کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی اور ایسی صورت میں تمام قیود کا منطبق ہونا بھی ضروری نہیں ہوتا بلکہ اصل حکم کا منطبق ہونا کافی سمجھتے ہیں۔"

اور کہیں اُس حادثہ کو شان نزول بتاتے ہیں جو زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پیش آیا ہو اور حضور انور نے اُس کا حکم اس آیت سے مستنبط فرمایا ہو اور اس موقع پر اُس کی تلاوت فرمائی ہو اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی۔ اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہوتا ہے کہ یہ حضور اقدس کا استنباط ہے اور اس موقع پر حضور اقدس کی خاطر مبارک میں آیت کا القا

۱۔ الکاف الشاف، حافظ ابن حجر۔
۲۔ قال الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو القربیٰ الی اللہ تعالیٰ۔ عمدۃ القاری، جلد ۱۳، صفحہ ۲۹۲۔
۳۔ الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تحت سبب نزول۔

بھی ایک قسم کی وحی ہے، اس لئے بآسانی کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی اور ہوسکتا ہے کہ ایسی حالت میں دوبارہ نازل ہونے سے اس کو تعبیر کیا جائے۔

نیز آیات قرآنی کے ذیل میں محدثین اکثر ایسی باتیں ذکر کرتے ہیں جو دراصل سبب نزول نہیں ہوتیں مثلاً صحابہ کا کسی مناظرہ میں کسی آیت سے استشہاد یا کسی آیت سے تمثیل یا خود حضور اقدس کا اپنے کلام شریف میں استشہاد کے طور پر تلاوت فرمانا ایسی روایتیں جو اصل غرض میں آیت کے موافق ہوں۔

درحقیقت ان میں سے کوئی چیز بھی اسباب نزول سے نہیں ہے۔

"صحابہ وتابعین اکثر یہود ومشرکین کے مذاہب اور عادات جاہلیت کے جزئی قصے اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ وہ عقائد وعادات واضح ہو جائیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی حالانکہ اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آیت اس قسم کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے خواہ صورت واقعہ بھی ہو یا اس کے مشابہ یا اس سے قریب تر اور اُن کا مقصد صرف نفس تصویر پیش کرنا ہوتا ہے نہ کہ صورت واقعہ کی تخصیص اور اس سے غرض یہ ہوا کرتی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ یہ صورت امور کلیہ کی صلاحیت رکھتی ہے اسی لئے اُن کے اقوال اکثر جگہوں میں مختلف ہو گئے ہیں اور ہر ایک ایک جانب کھینچتا ہے حالانکہ درحقیقت مطالب متحد ہیں۔"

اس عبارت سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ شان نزول کے بارے میں محدثین کا اختلاف معانی پر اثر انداز نہیں ہوسکتا کیونکہ شان نزول صرف مقصد کی وضاحت کے لئے بیان کیا جاتا ہے نہ کہ واقعہ وصورت کی تخصیص کے لئے۔

۲۔ یہ اختلافات کثرت روایات صحابہ پر مبنی ہیں اور صحابہ کرام میں جس نے کسی آیت کے متعلق کوئی واقعہ پایا اُس کو شان نزول قرار دیا، یہاں تک کہ بعض اوقات بطریق استشہاد وتمثیل کسی موقع پر صحابہ یا خود سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا تلاوت فرمانا شان نزول سمجھا گیا۔

۳۔ جن آیات کے متعلق اس قسم کے متعدد واقعات پیش آئے اُن کے لئے شان نزول بھی متعدد فرض کر لئے گئے اور اس طرح آیت کے شان نزول میں شدید اختلاف رونما ہوا۔

۴۔ شان نزول بیان کرنے میں تمام قیود کا منطبق ہونا ضروری نہں بلکہ اصل حکم کا منطبق ہونا کافی سمجھا گیا۔

۵۔ کوئی آیت اگر مختلف معانی کی وسعت رکھتی ہے (جیسے اس آیت میں لفظ قربیٰ تین معانی کا احتمال رکھتا ہے) اور ہر معنی کے لحاظ سے صحابہ کرام نے اس کے متعلق کوئی واقعہ پایا اور اُس کو شان نزول قرار دیا ہے تو اس میں تکرار نزول کا احتمال بھی ہوسکتا ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ التحیۃ والتسلیم کے قلب انور پر اُس وقت اس آیت کا القا وحی کی ایک قسم قرار پائیگا اور اس طرح ایک آیت کا متعدد بار نازل ہونا فرض کیا جاسکتا ہے۔

شان نزول میں تطبیق کی صورت: ان مختلف روایتوں میں تطبیق کی دو صورتیں ذہن میں آتی ہیں: ایک یہ کہ اصل شان نزول قول اول قرار دیا جائے، باقی اقوال صحابہ کرام یا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمثیلات اور استشہادات پر محمول کئے جائیں۔

دوسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلی مرتبہ جب مشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معاوضہ چاہنے یا نہ چاہنے کے متعلق باہم گفتگو کی اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے ذریعہ اُن کو تقرب الٰہی و طاعت خداوندی پر برانگیختہ کیا گیا اور قربیٰ سے تقرب کے معنی مراد لئے گئے اور اسی مضمون کو دوسری آیت میں یوں واضح فرمایا گیا ہے:

قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا۔ (سورۃ فرقان ۱۸، آیت: ۵۷)

آپ فرمادیں کہ میں تم سے اس پر کچھ بدلہ نہیں چاہتا مگر جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ پکڑلے۔

اور تقرب الٰہی نہیں حاصل ہوسکتا بدون محبت رسالت اور محبت رسالت کامل نہیں ہوسکتی بدون محبت اقارب پس ان کو محبت الٰہی اور محبت رسالت کے ساتھ محبت اقارب کا بھی حکم ضمناً دے دیا گیا۔

پھر جب ان کی ایذا رسانی حد سے متجاوز ہوگئی اُس وقت قلب اطہر پر اس آیت کا پھر القا

ہوا اور آپ نے اس کی تلاوت فرما کر خصوصیت کے ساتھ اپنی محبت پر متوجہ فرمایا اور قرابت کی ہمدردی و محبت پر مائل کیا۔

پھر جب ان بدبختوں نے امہات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کر کے قلب مبارک کو اذیت پہونچائی تو اس وقت آپ نے پھر یہی آیت تلاوت فرما کر اپنے اقارب سے محبت پر بالتخصیص متوجہ فرمایا، یہ تینوں واقعات کفار سے متعلق تھے جن کا حکم ایک ہی ہوگا۔

اس کے بعد جب مدینہ منورہ میں انصار نے مال پیش کیا اور حضور انور نے واپس فرمایا اُس وقت پھر اس آیت کا القا فرمایا گیا اور دوبارہ فخر کرنے والے گروہ انصار کے مجمع میں آپ نے اس کی تلاوت از راہ یاد دہی فرما کر اقارب کی محبت پر توجہ دلائی۔

یہ واقعات جن حضرات کے علم میں آتے رہے اُنہوں نے ان کو شان نزول قرار دیا اور اس طرح اختلاف رونما ہوا اور یہ جتنی روایات ذکر کی گئی ہیں اگر چہ ان میں سے پہلی روایت کے علاوہ باقی روایات ضعیف ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی موضوع نہیں کہ قطعاً نا قابل قبول قرار دی جائے ایسی صورت میں ان سے استناد صحیح ہوسکتا ہے اور جب صحت فرض کر لی جائے تو ہوسکتا ہے کہ آیت متعدد بار نازل ہوئی ہو جیسا کہ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

و علی فرض صحتھا تکون نزلت مرتین (انتھی) صواعق محرقہ

(مدینہ میں نازل ہونے کی روایت) صحیح فرض کرنے کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہو۔

آیت کی تفصیلی تفسیر

اب تمام اختلافات پیش کردینے کے بعد آیت کی تفصیلی تفسیر پیش کی جاتی ہے:

گزشتہ اقوال سے یہ معلوم ہو چکا کہ قربیٰ کے چار معنی ہوسکتے ہیں ایک قرابت و رحم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، دوسرے اقارب حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، تیسرے تقرب الٰہی، چوتھے اپنے اقارب۔

یہ بھی واضح ہو چکا کہ دونوں استثناء متصل و منقطع مراد لئے جا سکتے ہیں۔اس اعتبار سے آیت کے معانی بھی مختلف ہو جائیں گے، چنانچہ مفسرین نے اسکی تفسیر چار طریقوں سے کی ہے:

پہلی تفسیر

میں تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم مجھ کو میری قرابت کی وجہ سے دوست رکھو میری ایذا رسانی سے باز آؤ، میری حفاظت کرو۔

یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بروایت شعبی مروی ہے اور اس کی تائید میں دوسری احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں یہی قول مجاہد، قتادہ، عکرمہ، مقاتل، سدی، ضحاک، ابن زید، عطاء بن دینار کا بھی ہے۔جو احادیث اس کی مؤید ہیں اُن میں سے ایک حدیث صحیح بخاری میں محمد بن بشار سے بروایت طاؤس مروی ہے وہ کہتے ہیں:

''کہ اس آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے اقارب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔سیدنا ابن عباس نے ان سے فرمایا کہ تم نے (جواب میں) جلدی کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہر خاندان قریش سے قرابت داری تھی پس آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الآیہ نازل ہوئی (جس کے معنی یہ ہیں) مگر یہ کہ تم مجھ سے اُس قرابت کی وجہ سے جو تم سے ہے صلۂ رحمی کرو۔''

اس روایت کو امام ابن جریر طبری، امام احمد بن حنبل، حافظ عبد بن حمید، حافظ ابن مردویہ نے بھی ذکر کیا ہے۔(۱)

دوسری حدیث امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ بروایت علی ذکر کی ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تمام قریش میں رشتہ داری تھی جب اُنہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی بیعت سے انکار کیا تو آپ نے فرمایا:

۱۔ بخاری شریف، رقم الحدیث ۴۸۱۸، سنن ترمذی، رقم ۳۲۵۱۔ در منثور۔

اے قوم! جب تم میری بیعت سے انکار کرتے ہو تو میری اس قرابت کی وجہ سے جو تم سے ہے میری حفاظت کرو کہ تمہارے سوا دوسرے اہل عرب میری حفاظت و مدد کے تم سے زیادہ حقدار نہیں ہیں۔(۱)

اس روایت کو حافظ ابن منذر، حافظ ابن ابی حاتم، حافظ طبرانی نے بھی ذکر کیا ہے۔

تیسری حدیث حافظ ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ بروایت شعبی ذکر کی ہے وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

''قریش کے خاندان کا کوئی بطن ایسا نہ تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت داری نہ ہو پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہہ دیں کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر قرابت میں دوستی یعنی مگر یہ کہ تم مجھ سے اس قرابت داری میں محبت کرو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔''(۲)

اسی کے مثل روایت سعید بن منصور، ابن سعد، عبد بن حمید اور حاکم نے بھی ذکر کی ہے اور ایسے ہی معنی حافظ ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ ابو مالک اور قتادہ سے بھی روایت کئے ہیں۔

چوتھی حدیث امام ابن جریر نے محمد بن سعد سے روایت کی ہے جو اپنی آبائی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

''حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریش سے فرمایا: میں تمہارا مال کچھ نہیں چاہتا لیکن یہ چاہتا ہوں کہ تم میری اُس قرابت کی وجہ سے جو تم سے ہے مجھ کو اذیت نہ دو کیونکہ تم میری قوم ہو اور میری اطاعت کرنے والوں اور جواب دینے والوں میں تم سب سے زیادہ حقدار ہو۔''(۳)

اس روایت کو ابن مردویہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

پانچویں روایت ابن حمید نے بواسطۂ مغیرہ، عکرمہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں:

۱۔ معجم الکبیر، جلد ۱۲، رقم الحدیث ۱۲۵۶۹۔ جامع المسانید، رقم الحدیث ۱۳۰۹۔
۲۔ معجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۲۲۳۸۔ جامع المسانید، رقم ۱۳۰۹۔
۳۔ مستدرک حاکم، تفسیر سورہ حٰمٓ عٓسٓقٓ جلد ۲، رقم ۳۶۵۹۔

''حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قریش میں درمیانہ نسب تھے کہ قریش کے ہر خاندان سے رشتہ داری تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو جس چیز کی طرف بلاتا ہوں اُس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم مجھ سے قرابت کی وجہ سے میری حفاظت کرو، یہی مطلب **قل لا اسئلکم** الآیہ کا ہے۔

چھٹی روایت بواسطہ حصین ابو مالک سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم سے، آپ کی والدہ بنی زہرہ سے آپ کی دادی بنی مخزوم سے تھیں پس آپ نے فرمایا کہ تم میری قرابت میں میری حفاظت کرو۔''

ساتویں روایت بواسطہ عمارہ، عکرمہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میری قرابت پہچانو (اس کا لحاظ کرو) جو دین میں لایا ہوں اس کی تصدیق اور میری حفاظت کرو۔''

آٹھویں روایت بواسطۂ سعید قتادہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں

''اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے اس قرآن پر کوئی بدلہ نہ چاہیں مگر یہ کہ وہ لوگ آپ سے اس قرابت کی وجہ سے صلۂ رحمی کریں جو آپ کے اور اُن کے درمیان ہے اور قریش کا ہر خاندان آپ کا ایک جدی تھا اور آپ کے اُس کے درمیان رشتہ داری تھی۔''

نویں روایت بواسطہ ابن نجیح مجاہد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

''آیۂ **قل لا اسئلکم** کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ میری پیروی اور میری تصدیق اور مجھ سے صلۂ رحمی کرو۔''

اس روایت کو عبد بن حمید اور ابن منذر نے بھی ذکر کیا ہے:

دسویں روایت بواسطۂ اسباط، سدی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

''قریش کا کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرزندی نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم مجھ سے میری قرابت کی وجہ سے محبت

کرو۔''

گیارہویں روایت بواسطہ عبید، ضحاک سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

''اس آیت میں قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں تمہیں میں سے ایک شخص ہوں، پس تم میرے دشمن پر میری مدد کرو اور میری قرابت کی حفاظت کرو اور جو چیز تمہارے پاس لایا ہوں (کتاب و دین) اُس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بجز اس کے کہ میری قرابت کی وجہ سے مجھ کو دوست رکھو اور دشمن پر میری مدد کرو۔''

بارہویں روایت بواسطۂ ابن وہب، ابن زید سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

''آیۂ **قل لا اسئلکم** میں فرمایا ہے کہ تم میری قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو جیسا کہ تم اپنی قرابت میں محبت اور صلۂ رحمی کرتے ہو، جو دین میں لایا ہوں وہ میری قرابت منقطع نہیں کرتا میں تم سے اس دین کے معاوضہ میں کوئی اجرت نہیں مانگتا۔''

تیرہویں روایت، عبد بن حمید وابن مردویہ نے بواسطۂ یوسف بن مہران ذکر کی ہے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے مگر یہ کہ تم مجھ کو میری قرابت میں دوست رکھو اور مجھ کو اذیت نہ دو۔

چودہویں روایت ابن مردویہ نے بواسطہ ابن مبارک ذکر کی ہے وہ اس آیت کا مطلب ابن عباس سے اس طرح ذکر کرتے ہیں:

ابن عباس نے کہا ہے کہ تم لوگ میری قرابت میں میری حفاظت کرو (اس آیت کا یہ مطلب ہے)۔

پندرہویں روایت ابن مردویہ نے بواسطہ عکرمہ ذکر کی ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

کہ قریش کے ہر خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ماں تھیں یہاں تک کہ بنی ہذیل میں بھی ایک ماں ہوئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہہ دیں کہ میں تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میری قرابت میں حفاظت کرو اور اگر مجھ کو جھٹلاتے ہو تو مجھ کو اذیت تو نہ

پہنچاؤ۔[۱]

یہ جتنی روایات پیش کی گئی ہیں یا تو ترجمان القرآن سید الناس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں یا عکرمہ، قتادہ، مجاہد ابو مالک، سدی ضحاک، مقاتل، عبدالرحمن بن زید بن اسلم، عطاء بن دینار کے اقوال ہیں جو کسی صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مستند نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت یقیناً باعتبار سند قوی اور بلا شبہ قابل قبول ہیں لیکن صحابہ کرام کی وہ تمام تفسیریں جو بارگاہ رسالت کی طرف منسوب و مستند نہ ہوں موقوفات میں شمار ہوں گی۔[۲] اور وہ روایات صحابہ تفسیر میں مرفوع قرار دی جاتی ہیں جو نہ زبان عرب سے تعلق رکھتی ہوں (یعنی لفظ کے لغوی معنی وغیرہ جس میں نہ بیان کئے گئے ہوں) اور نہ اس میں رائے کی گنجائش ہو جیسے مغیبات دنیا و آخرت، جنت و دوزخ، تعین ثواب و عقاب اور اسی کے مثل اسباب نزول۔[۳]

ظاہر ہے کہ یہ روایات لفظ قربیٰ کے معنی اور مودت کے متعلق اظہار خیال پر مشتمل ہیں ان میں نہ کسی غیبی امر کی تفسیر ہے نہ اس میں ثواب و عقاب کی تعیین ہے، نہ سبب نزول کی توضیح ہے لہٰذا موقوف ہی قرار دی جائیں گی اور احادیث موقوفہ حجت نہیں ہوتیں[۴] کہ ان کے خلاف کوئی دوسری روایت یا قول قطعاً قابل قبول ہی نہ ہو سکے۔ باقی دوسری مرویات مقطوع ہیں اس لئے کہ

''تابعین کے وہ اقوال و افعال جو ان پر موقوف ہو کر ذکر کئے جائیں وہ مقطوع ہیں یعنی صحابۂ کرام یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مضاف و منسوب نہیں۔ صحابہ کے آثار اور تابعین کے مقطوعات ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور ابن ابی حاتم ابن جریر ابن منذر

۱۔ طبری، جلد ۲۵، صفحہ ۳۲، درالمنثور للامام جلال الدین سیوطی۔
۲۔ مقدمہ ابن صلاح از علامہ ابوعمرو عثمانی۔
۳۔ فتح المغیث از حافظ شمس الدین السخاوی۔
۴۔ مقدمہ اصلاح از علامہ ابوعمرو عثمانی۔

نے اپنی تفسیروں میں بکثرت ذکر کئے ہیں اور یہ حجت نہیں اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا جائے وہ سر آنکھوں پر ہے اور جو کچھ صحابہ سے منقول ہو اُس میں ہم کو اختیار ہے اور جو کچھ تابعین سے مذکور ہو تو وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی۔''[۱]

پس یہ مرویات بھی ایسی دلیل و حجت نہیں ہو سکتی ہیں کہ ان کے خلاف اگر کوئی معنی پائے جائیں تو وہ قطعاً نا قابل قبول ہو کر مطلقاً ''مردود'' قرار دے دئے جائیں۔

استثنا کیا ہے؟ اس تفسیر کی بنا پر امام بغوی اور امام طبری استثناء منقطع ہی کے قائل ہیں لیکن صاحب فتح البیان نے دونوں کو جائز قرار دیا ہے اور ایسا ہی علامہ نسفی اور ان کے شارح حضرت شیخ شیخنا مولانا عبدالحق المہاجر رحمۃ اللہ علیہما کی بھی رائے ہے۔

دوسری تفسیر

میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے اہل قرابت اہل بیت کو دوست اور اُن کو ایذا امت پہنچاؤ۔

یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے اور حضرت سعید بن جبیر سے منقول ہے اس کی موافقت حضرت مولیٰ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ، حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور عمرو بن شعیب وسدی وغیرہم نے کی ہے اور یہی معنی حضرت امام ہمام فرزند رسول انام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی اور عکرمہ، مجاہد، ضحاک قتادہ سے بھی منقول ہیں۔[۲]

اس کی تائید میں بھی بعض احادیث پیش کی جاتی ہیں جن میں سے مقسم اور کلبی سے مروی احادیث شان نزول کے بیان میں ذکر کی جا چکی ہیں، تیسری حدیث ابن ابی حاتم نے بواسطۂ حسین اشقر سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

''جب آیۂ قل لا اسئلکم علیہ الآیہ نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

۱۔ ظفر الامانی از حضرت عبدالحی فرنگی محلی۔
۲۔ عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۱۳/ صفحہ ۲۹۲۔

وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت کا اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: فاطمہ اور ان کی اولاد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں۔ (۱)

اس روایت کو ابن منذر و ابن مردویہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ نیز امام احمد نے اپنی مسند میں طبرانی نے معجم الکبیر میں، ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حاکم نے مناقب میں، واحدی نے وسیط میں، حافظ ابونعیم نے حلیہ اولیا میں، ثعلبی نے اپنی تفسیر میں، حموینی نے فرائدالسمطین میں ذکر کیا ہے۔

چوتھی حدیث دیلمی سے بروایت سدی مروی ہے کہ:

''حضرت امام زین العابدین بحالت اسیری دمشق کی سیڑھیوں پر لائے گئے تو شام والوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کی اور فتنہ کے دونوں سرے کاٹ دئے تو آپ نے اُس سے فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ اس نے کہا ہاں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے آل حم نہیں پڑھا اس نے کہا میں نے قرآن تو پڑھا ہے لیکن آل حم نہیں پڑھا۔ آپ نے فرمایا تو نے **قل لا اسئلکم** الآیہ نہیں پڑھی اُسنے کہا کیا وہ قربیٰ تم ہی ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں (ہم ہی ہیں)۔''

یہ روایت تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر درمنثور تینوں میں مذکور ہے۔ (۲)

پانچویں حدیث، بروایت ابوالعالیہ، سعید بن جبیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

''**قل لا اسئلکم** الآیہ میں قربیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد ہیں۔''

یہ روایت امام طبری نے ذکر کی ہے اور ایسی ہی روایت سعید بن منصور نے بھی بیان کی ہے جیسا کہ درمنثور میں ہے۔

چھٹی روایت، اسحق بن سلبیعی کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن شعیب سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: قربیٰ سے قرابت داران جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۷، صفحہ ۲۰۱۔ درمنثور، ۷، صفحہ ۳۴۸۔

۲۔ تفسیر طبری، جلد ۲۱، صفحہ ۵۲۸۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۷، صفحہ ۲۰۰۔ تفسیر درمنثور، ۷ صفحہ ۳۴۸۔

ساتویں روایت، ابونعیم اور دیلمی نے بروایت مجاہد، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر قربیٰ میں دوستی یعنی میرے اہل بیت کے حق میں میری حفاظت کرو اور ان کو میرے لئے دوست رکھو۔

آٹھویں روایت، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

ومن یقترف حسنة میں حسنہ سے مراد مؤدت اہل بیت ہے۔ (۱)

نویں روایت ثعلبی و بغوی نے حضرت ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ:

جب آیہ **قل لا اسئلکم** الآیہ نازل ہوئی تو ایک گروہ نے اپنے دل میں کہا کہ حضور اقدس اپنے بعد اپنے اہل بیت کی مدد پر برانگیختہ کر رہے ہیں حضرت جبریل نے آپ کو خبر دی کہ یہ لوگ آپ پر تہمت رکھتے ہیں اور **ام یقولون افتری** الآیہ نازل ہوئی، پس اُس گروہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ سچے ہیں اس وقت آیہ کریمہ **وھو الذی یقبل التوبة** الآیہ نازل ہوئی۔

دسویں روایت، قرطبی وغیرہ نے سدی سے نقل کیا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد **انہ لغفور شکور** میں فرمایا ہے کہ وہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گناہوں کو بڑا بخشنے والا اور اُن کی نیکیوں کا بڑا اقدردان ہے۔

فائدہ - ان تینوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں آیتیں مسلسل حضرات اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

گیارہویں روایت، ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں:

ہمارے بارے میں آل حم ایک آیت ہے، ہماری محبت کی حفاظت نہ کرے گا مگر مؤمن پھر آپ نے آیہ **قل لا اسئلکم علیہ اجرا** کی تلاوت فرمائی۔

۱۔ درمنثور، جلد ۷، صفحہ ۳۴۸۔

بارہویں روایت، بزار وطبرانی نے حضرت امام حسن مجتبیٰ سے ایسے طریقوں سے روایت کی ہے جن میں سے بعض حسن ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ دیا جس کے بعض کلمات یہ ہیں:

''میں ان اہل بیت سے ہوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے پس اللہ نے اس چیز (کتاب) میں جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی ہے فرمایا **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ**۔''(۱)

تیرہویں روایت ملا نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے کہ محب طبری بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرا بدلہ تم پر قرابت داروں میں محبت قرار دیا ہے اور میں کل (قیامت کے دن) اس کے متعلق تم سے پرسش کروں گا۔''

چودہویں روایت، مناقب میں امام محمد باقر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قل ماسئلتکم من اجر فھولکم** میں فرمایا ہے کہ وہ اجر جو قرابت داروں میں محبت ہے جس کے سوا میں تم سے کچھ نہیں مانگتا وہ تمہارے ہی لئے ہے اُس کی وجہ سے تم ہدایت پاؤ گے اور نیک بخت ہو جاؤ گے اور قیامت کے روز اللہ کے عذاب سے نجات پاؤ گے۔''

پندرہویں روایت عیون الاخبار میں بروایت ریان بن ابی الصلت مذکور ہے:

''ایک مرتبہ حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام مرو میں مامون کی مجلس میں تشریف لے گئے جہاں علماء عراق وخراسان بھی موجود تھے، مامون نے **ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا** (پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں سے چن لیا) کا مطلب دریافت کیا، حاضرین مجلس علماء نے جواب دیا کہ اس سے علماء امت مراد ہیں، حضرت امام موسیٰ رضا نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے عترت طاہرہ مراد ہے اور اس کے وجوہ بیان فرمائے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عترت طاہرہ کی برگزیدگی بارہ مقام پر بیان فرمائی ہے جس میں سے چھٹا مقام آیہ **قل لا اسئلکم** الآیہ ہے اور یہ خصوصیت آل

ا۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۶۸، از علامہ ابن حجر۔

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہے غیر کو نہیں، پس یہ مؤدت اللہ کی جانب سے تمام مسلمانوں پر فرض ہے جو شخص مومن با اخلاص ہو کر اس فرض (مؤدت) کو پورا کرے اس نے اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد **والذین اٰمنو وعملو الصالحات** (الی آخر الآیات) کی بنا پر جنت واجب کر لی۔(۱)

یہ روایت بھی گزشتہ روایات کی طرح مقطوع ہیں یا موقوف اور ان میں سے بعض باعتبار سند ضعیف تر ہیں۔

مفسرین کرام نے عموماً اول الذکر تین حدیثوں سے استناد کیا جن میں سے پہلی حدیث سے تفصیلی بحث شان نزول کے سلسلہ میں کی جا چکی اور دوسری حدیث کے متعلق بھی اجمالاً گذارش کی جا چکی۔

تیسری حدیث میں ایک راوی مبہم دوسرے راوی حسین اشقر ضعیف ہیں۔ جب سند میں کوئی راوی مبہم ہو تو اس کو منقطع کہتے ہیں اور اصول فقہ کے معتبر مصنفات میں اس کو مرسل کے اقسام میں شمار کیا گیا ہے اور مرسل کا حکم حدیث ضعیف کا حکم ہے البتہ جب ایسی حدیث دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہو کر اس کے مخرج کو صحیح کر دے تو ضعیف نہ قرار دی جائے گی۔ حدیث مرسل سے احتجاج ساقط ہو جاتا ہے، جمہور محدثین ونقادان اثر کا یہی مذہب ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور ان کے اصحاب اس سے احتجاج درست قرار دیتے ہیں۔ بہر حال یہ احادیث ضعیف سہی مگر ان سے احتجاج درست ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ احادیث نہ امور حلال وحرام سے متعلق ہیں نہ صفات الٰہیہ وغیرہ ایسے امور سے جن میں احادیث ضعیفہ نا قابل استناد ہوا کرتی ہیں۔

استثناء کا حکم

اس صورت میں بھی استثناء کے متصل ومنقطع ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت حجۃ اللہ فی الارض شیخ الاکبر محی الدین بن عربی روح اللہ روحہ الشریف ومتعنا ببرکاتہ نے صرف استثناء

ا۔ ینابیع المودۃ از حضرت شیخ سلیمان بلخی۔

منقطع ہی ذکر کیا ہے[۱] اور زمخشری، سیوطی ینسا پوری، بیضاوی، جمل، شربلنی (رحمہم اللہ) نے دونوں صورتیں بیان کی ہیں۔[۲]

بعض شبہات اوران کے جوابات

اس تفسیر کی بنا پر تین شبہے وارد ہوتے ہیں جو قابل غور ہیں:

پہلا شبہ یہ ہے کہ اگر مؤدت سے اقارب واہل بیت کی محبت مراد ہے تو اس موقع پر الا مودة القربی یا الا المودة للقربیٰ یا الا المؤدة لذوی القربیٰ فرمانا چاہئے تھا، فی القربیٰ نہ ہونا چاہئے کیونکہ جب کسی دوسرے کے لئے محبت کا سوال کیا جاتا ہے تو اسئلك المودة لفلان بولتے ہیں، اسئلك المودة فی فلان نہیں بولتے۔ پس جب الا المودة فی القربیٰ فرمایا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر رسول (اہل بیت) کی محبت مطلوب نہیں بلکہ اپنی (رسول کی) محبت مسؤل ہے۔

دوسرا شبہ یہ کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی قرابت دار مراد لئے گئے وہاں قربیٰ کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ ذوالقربی فرمایا گیا ہے جیسے واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربیٰ[۳] یا اٰتی المال علی حبه ذوی القربیٰ[۴] یا ماافاء اللہ علی رسوله من اهل القری فللہ وللرسول ولذی القربی۔[۵] اسی طرح تمام قرآن مجید میں حضور اقدس کے یا تمام انسانوں کے قرابت داروں کے حقوق کی وصیت میں، ذوی القربی ہی فرمایا گیا ہے القربی نہیں ارشاد ہوا پس جب اس جگہ مصدر ذکر کیا گیا اور اسم نہیں لایا گیا تو معلوم ہوا کہ قرابت دار مراد نہیں ہیں بلکہ قرابت ورحم مراد ہے۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہاں لام کی طرح مؤدت کا صلہ بنا کر فی نہیں لایا گیا ہے بلکہ

۱۔ تفسیر ابن عربی از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، تحت آیت مودت۔

۲۔ تفسیر زمخشری، جلد ۴، صفحہ ۲۱۹۔

۳۔ سورہ انفال، آیت ۴۱۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۷۷۔

۵۔ سورہ حشر، آیت ۷۔

یہ ایک محذوف سے متعلق ہے جیسے المال فی الکیس میں فی کا تعلق ایک محذوف سے ہے اور تقدیر کلام الا المودة ثابتة فی ذوی القربی ہے اور قرابت دار اس جگہ بمنزلۂ جائے محبت و قرارگاہ محبت قرار دئے گئے ہیں، جیسے لوگ بولتے ہیں کہ لی فی اٰل فلان محبة، یالی فیھم حب شدید اور اس سے ان کا مراد یہی ہوتا ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں یا وہ میری محبت کا محل ہیں ایسا ہی کشاف زمخشری، حاشیہ جمل، تفسیر نیساپوری، تفسیر نسفی فتح الباری، حاشیہ حلبی میں مذکور ہے، پس ایسی حالت میں فی لانا بے محل نہیں ہے اور قرابت داروں میں محبت مراد ہوسکتی ہے۔[۱]

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف مضمر ہے اور تقدیر کلام فی اهل القربی ہے جیسا کہ روح البیان میں مذکور ہے یا محذوف ماننے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ قربیٰ بمعنی قرابت ہے اور قرابت اسم جمع ہے قریب کی جیسے صحابہ، ملاحظہ ہو حاشیہ جمل میں شہاب خفاجی کا قول بحوالہ التسهیل ابن مالک۔

تیسرا شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ تبلیغ احکام وادائے رسالت کا معاوضہ چند وجوہ سے درست نہیں بلکہ منافی شان رسالت ہے۔ ایک یہ کہ اکثر حضرات انبیاء ومرسلین مثلاً حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت لوط، حضرت صالح، حضرت شعیب علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص میں مذکور ہے کہ ان حضرات مقدسین نے نفی طلب اجرت کی صراحت فرمادی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے ما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین (میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا میرا بدلہ رب العالمین پر ہی ہے)[۲] اور بالیقین ہمارے آقا ومولیٰ سرور کائنات، مفخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سابقین صلوٰات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے افضل وبرتر اعلیٰ وارفع ہیں، پھر آپ کا معاوضہ طلب نہ فرمانا بطریق اولیٰ ثابت ہونا ضروری ہے تاکہ شان رسالت میں فرق نہ آنے پائے۔

دوسرے یہ کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے معاوضہ طلب نہ فرمانے کی صراحت فرمادی ہے، مثلاً ارشاد ہوا ہے:

۱۔ تفسیر کشاف، جلد ۴، صفحہ ۲۱۹، از علامہ جار اللہ زمخشری۔

۲۔ سورہ شعراء، آیت ۱۰۹۔

قل ما اسئلکم علیه من اجر و ما انا من المتکلفین۔(۱)	آپ فرما دیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔

نیز ارشاد ہوا ہے:

ام تسئلهم اجرا فهم من مغرم مثقلون۔(۲)	یا آپ ان سے مزدوری مانگتے ہیں جو وہ تاوان سے بوجھل ہو رہے ہیں۔

پھر اس موقع پر معاوضہ کیسے طلب فرمایا جاسکتا ہے

تیسرے یہ کہ تبلیغ وہدایت آپ کا فرض منصبی تھا اور منصبی فرض کی ادائی پر معاوضہ طلب کرنا عوام کی شان کے بھی لائق نہیں ہے چہ جائیکہ شان رسالت۔(۳)

چوتھے یہ کہ حکمت ایسی چیز ہے جس کو خیر کثیر قرار دیا ہے اور دنیا کے فائدے کو تھوڑا بتایا ہے اور ظاہر ہے کہ خیر کثیر کا بدلہ تھوڑی چیز کبھی نہیں ہوسکتی اور اعلیٰ چیز کا بدلہ ادنیٰ سے کبھی نہیں قرار پاسکتی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت کا مرتبہ حکمت سے بھی کہیں زیادہ بلند ہے پھر نبوت کے مقابلہ میں دنیوی فائدہ کیسے بدلہ ہوسکتا ہے۔

پانچویں یہ کہ معاوضہ طلب فرمانا موجب تہمت ہے جس سے آفتاب رسالت پر خودغرضی کا بدنما داغ آتا ہے لہٰذا طلب اجر ہرگز اس موقع پر مراد نہیں لیا جاسکتا۔

اس شبہ کے دو جواب دئے جاسکتے ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس نے مکہ معظمہ میں کفار نابکار سے سخت ترین اذیتیں اور شدید ترین تکلیفیں برداشت فرمائیں اور ان بدبخت اشقیا نے ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اس وقت آپ نے ان مصائب سے تنگ آکر ان سے قرابت کی ہمدردی کا سوال فرمایا اور تمام حجت کا یہ طریقہ اختیار فرمانا آپ کے لئے ناگزیر ہوگیا، پھر اس کے بعد جب آپ نے ہجرت

۱۔ سورہ ص، آیت ۸۶۔

۲۔ سورہ طور، آیت ۴۰۔

۳۔ سورہ المائدہ، آیت ۶۷۔

فرمائی اور مدینہ منورہ میں آپ کو قوت وشوکت حاصل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ عزاسمہ نے آپ کو دوسرے انبیاء سابقین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے مثل طلب اجر کی نفی کا حکم دے کر ان کے مماثل بنادیا اور سابقہ حکم منسوخ ہوگیا اور نفی طلب اجر کی آیتیں اس آیت کے لئے ناسخ قرار پائیں۔

یہی خیال، ضحاک بن مزاحم اور حسین بن فضل کا ہے لیکن اس جواب کو مفسرین نے ناپسندیدہ "غیر مرضی" ناقابل قبول قرار دے کر اس کی تردید کی ہے کیونکہ اس سے آیت کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے حالانکہ یہ آیت منسوخ نہیں۔

آیت منسوخ نہیں

ثعلبی، بغوی وغیرہ مفسرین نے پرزور طریقہ سے اس آیت کے منسوخ ہونے کی تردید کی ہے چنانچہ امام بغوی فرماتے ہیں:

''یہ قول ناپسندیدہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی ایذا رسانی سے باز رہنا اور آپ کے اقارب کی محبت اور اطاعت الٰہی واعمال صالحہ کے ذریعہ خداوند عالم کا تقرب حاصل کرنا دین کے فرائض سے ہے اور معنی آیت میں یہ سلف کے اقوال ہیں۔ پس ان چیزوں میں سے کسی چیز کے منسوخ ہونے کی جانب متوجہ ہونا جائز نہیں۔''(۱)

اور امام ثعلبی فرماتے ہیں:

''یہ قول نہ قوی ہے اور نہ پسندیدہ کیونکہ ہم نے اہل تاویل کے جو اقوال اس آیت کے متعلق بیان کئے ہیں ان میں سے کسی کا بھی منسوخ ہونا جائز نہیں اور جو شخص اللہ کی اطاعت اور اس کے پیغمبر اور ان کے اہل بیت کی محبت کے ذریعہ تقرب الٰہی کے منسوخ ہونے کا گمان کرکے اس کا قائل ہو اس کے اس قول سے زیادہ قبیح بات کیا ہوگی۔''

نیز مفسرین نے آیات منسوخہ کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے ان آیات میں یہ آیت ہرگز شمار نہیں کی گئی چنانچہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں تمام آیات منسوخہ شمار کرانے کے بعد فرمایا ہے کہ سیوطی نے ابن عربی کی موافقت کرتے ہوئے کہا

۱۔ تفسیر بغوی، جلد ۷، صفحہ ۱۹۲۔

ہے کہ یہ اکیس آیتیں جن میں سے بعض میں اختلاف بھی کیا گیا ہے منسوخ ہیں، ان کے علاوہ کسی آیت کا منسوخ ہونا درست نہیں۔(۱)

اور ان اکیس آیتوں میں یہ آیت قطعاً داخل نہیں لہٰذا یہ منسوخ نہ ہوگی اور اس صورت میں یہ جواب یقینا مردود و باطل قرار دیا جائے گا۔

اب دوسرا جواب باصواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے معاوضہ قطعاً طلب نہیں فرمایا ہے اور تمام مفسرین و محدثین اس امر پر متفق ہیں کہ مؤدت قربیٰ تبلیغ رسالت کا معاوضہ ہرگز نہیں اور نہ بدلہ کی صورت میں یہ مؤدت طلب کی جارہی ہے بلکہ اگر استثناء متصل مانا جائے تو یہ ویسا ہی ہوگا جیسے مشابہ ذم چیز سے مدح کی تاکید کی جائے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ میں تم سے کوئی اجر و معاوضہ نہیں مانگتا مگر محبت اقارب چاہتا ہوں اور محبت اقارب درحقیقت اجر نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں میں باہمی مودت امر واجب ہے جیسا کہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ (علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ) میں اس کے متعلق انتہائی تاکید موجود ہے پھر جب عوام مسلمین میں باہمی مودت واجب ہے تو اکابر مسلمین کے ساتھ محبت بطریق اولیٰ واجب ہوئی، ایسی حالت میں اس کو معاوضہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے اور اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہوگی **الاالمودۃ فی القربی والمودۃ لیست اجرا** (یعنی مگر قرابت داروں میں محبت اور محبت اجر نہیں ہے)۔

اور اگر استثناء منقطع تسلیم کیا جائے تو **قل لا اسئلکم علیہ اجرا** پر کلام تمام ہو جائے گا اور **الاالمودۃ فی القربی** کا مطلب **لکنی اذکرکم المودۃ فی القربی** ہوگا یعنی لیکن میں تم کو قرابت داروں کی محبت یاد دلاتا ہوں۔ اس صورت میں نہ کوئی خرابی لازم آتی ہے نہ کوئی نقض وارد کیا جاسکتا ہے۔(۲)

۱۔ فوز الکبیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تحت آیات منسوخہ۔
۲۔ تفسیر کبیر، مفاتیح الغیب از علامہ امام فخر الدین رازی، جلد ۲۷، صفحہ ۵۹۵۔

تیسری تفسیر

میں تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر اللہ کی دوستی اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اس کا تقرب۔

یہ معنی بروایت ابن نجیح حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہیں اور امام حسن بصری، عطاء بن دینار، قتادہ، مجاہد سہل تستری رحمہم اللہ سے منقول ہیں۔

اس تفسیر کی تائید میں جو مرویات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے پہلی روایت ابن نجیح نے براویت مجاہد حضرت ابن عباس سے ذکر کی ہے:

''وہ حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی تفسیر اس طرح روایت کرتے ہیں کہ آپ کہہ دیں اے لوگو! میں تمہارے پاس جو ہدایت اور نشانیاں لایا ہوں، اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم اللہ کو دوست رکھو اور اس کی طاعت کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کرو۔''

اس روایت کو امام احمد ابن ابی حاتم، حاکم، طبرانی، ابن مردویہ نے بھی ذکر کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

دوسری روایت منصور بن راذان حضرت امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں:

''انہوں نے **قل لا اسئلکم** کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کا تقرب اس سے مراد ہے۔''(۱)

ایسی ہی ایک روایت بواسطۂ عوف حضرت امام حسن بصری سے مروی ہے۔

تیسری روایت بروایت قتادہ حضرت حسن سے مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے:

''آپ کہہ دیں کہ میں تمہارے پاس جو کچھ (دین) لایا اس پر اور اس کتاب پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر قربیٰ میں مؤدت یعنی مگر یہ کہ اللہ کو اس چیز کے ساتھ جو تم کو اس سے قریب کر دیتی ہے اور اس کی طاعت کے عمل کے ساتھ دوست رکھو۔''

چوتھی روایت بروایت معمر قتادہ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے:

''مگر یہ کہ اللہ کو اس چیز میں دوست رکھو جو تم کو اس سے قریب کر دیتی ہے۔''(۲)

۱۔ جامع البیان از امام ابن جریر طبری، جلد ۲۱، صفحہ ۵۲۹۔
۲۔ جامع البیان از امام ابن جریر طبری، تحت آیت مودہ

پانچویں روایت عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ آیۂ **قل لا اسئلکم علیه اجرا الآیہ** کے متعلق حضرت امام حسن بصری سے مروی ہے:

''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے اس قرآن پر کوئی اجرت نہیں مانگتے تھے لیکن ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اللہ کی اطاعت اور اس کی کتاب کی محبت کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کریں۔''

چھٹی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں اس آیت کے متعلق حضرت امام حسن بصری سے روایت ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں:

''کہ جو اللہ کی اطاعت کے ساتھ اس کا تقرب حاصل کرے اس کی محبت تم پر واجب ہے۔''(۱)

شیخ سہل تستری سے اس کا مطلب یہ منقول ہے کہ تم میرا تقرب حاصل کرو، میری سنت کی پیروی کر کے ابن عطاء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تم کو تمہارے رب کی طرف دعوت دینے پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ مجھ کو دوست رکھو، اس طریقہ سے کہ وہ عمل کرو جو تم کو تمہارے رب سے قریب کر دیں۔

حضرت حسن کے قول پر اس کے معنے یہ بیان کئے جائیں گے کہ اللہ کا تقرب چاہو اس کی توحید کے ذریعہ اور فراء کا قول ہے کہ اللہ کا تقرب چاہو توبہ کے ذریعہ سے۔(۲)

مذکورہ روایتوں میں سے پہلی حدیث مرفوع ہے باقی روایات مقطوع ہیں یہ روات مقطوعہ تو حجت ہو ہی نہیں سکتی ہیں البتہ حدیث مرفوع قابل استناد ہو سکتی ہے اور اس کو حجت قرار دیا جا سکتا ہے لیکن علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ اس کے روات میں ابن ابی نجیح اور قرعہ بن سوید کو ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے کہ ابن ابی نجیح نے تمام تفسیر مجاہد سے نہیں سنی بکہ قاسم بن ابی بزہ سے اور بعض روایتوں میں یہ تدلیس کرتے ہیں، نیز ان کو

۱۔ تفسیر درمنثور، جلد ۷، صفحہ ۳۵۰، از علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ۔

۲۔ تفسیر بغوی، جلد ۴، صفحہ ۱۴۴۔

قدریت کے ساتھ یحییٰ القطان اور ابن المدینی نے متہم کیا ہے اور امام بخاری بھی **کان یُتھم** کہتے ہیں۔

قرعہ بن سوید کو ابوداؤد اور نسائی نے ضعیف بتایا ہے اور ابوحاتم **لیس بذالک القوی** کہہ کر ان کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں، بہرحال یہ حدیث قوی نہ سہی ضعیف ہی سہی مگر ہے تو مرفوع اور پھر حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے، اس لئے دوسری روایات مقطوعہ کے مقابلہ میں اس کو یقینا حجت ہونا چاہئے۔

چوتھی تفسیر

میں تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم اپنے قرابت داروں سے صلۂ رحمی کرو۔

یہ قول عبداللہ بن قاسم کا ہے اور اس کو صرف امام طبری نے ذکر کیا ہے باقی دوسری تفاسیر میں یہ قول نظر سے نہیں گزرا۔

قول صواب کی تحقیق

ان چاروں تفسیروں میں بہتر تفسیر کیا ہے؟ کس کو راجح مستند قابل قبول سمجھا جائے؟ اس بارے میں امام طبری کی رائے یہ ہے کہ:

''پہلی تفسیر تمام اقوال میں باعتبار صواب اولیٰ اور ظاہر قرآن کے مشابہ تر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں **الا المودۃ فی القربی** فرمایا گیا ہے اگر محبت رسالت کے سوا دوسرے معنی مراد لئے جائیں تو فی لانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور محبت اہل بیت کی صورت میں **الا المودۃ القربی** فرمایا جاتا اور تقرب الٰہی مراد ہونے کی صورت میں **الا المودۃ بالقربی** ارشاد ہوتا۔''

امام طبری کی اس دلیل کا جواب سطور بالا میں گزر چکا اور فی لانے کی صحت بیان کی جا چکی اب اس پر مزید غور کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی یہ ایک نحوی مسئلہ ہے جس کے متعلق زمخشری کا قول زیادہ مستند ہو سکتا ہے اور ان کے قول سے فی لانے کی صحت ثابت ہو چکی پس اب اولیٰ واشبہ ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی یہی ایک وجہ تھی جس کا جواب دیا جا چکا۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ امام طبری نے قول اول کو **اولی بالصواب اور اشبہ بظاھر التنزیل** ہی کہا ہے اس سے دوسرے اقوال تفسیر کا مردود و باطل ہونا ہرگز نہیں سمجھا جاسکتا صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے اقوال اس کے مقابلہ میں غیر اولیٰ اور غیر اشبہ ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے پہلی تفسیر کو اس وجہ سے اختیار کیا ہے کہ:

’’آیت کا مدنی ہونا مستبعد ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور یہ آیت مکہ ہی میں نازل ہوئی ہے اس وقت تک حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت شیر خدا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ نکاح ہی نہیں ہوا تھا چہ جائیکہ اولاد ہونا اس بنا پر آیت کی وہی تفسیر حق ہے جو بخاری میں حَبر الامۃ ترجمان القرآن ابن عباس سے مروی ہے۔

اسی قول کی اتباع روح البیان، الاکلیل، ارشاد الساری، عون الباری میں کی گئی ہے۔

اس کے متعلق اتنا گزارش کر دینا کافی ہے کہ بلا استثناء پوری سورت کا مکی ہونا اختلافی امر ہے اسی طرح اس آیت کے بھی مکی ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ سابق میں اس کے متعلق پوری بحث کی جاچکی اور جملہ اختلافات ذکر کرنے کے بعد تطبیق کی صورت بھی عرض کر دی گئی۔ اب اس کے اعادہ کی حاجت نہیں اور ان مباحث پر نظر کرنے کے بعد دوسری تفاسیر نا قابل قبول نہیں رہتی ہیں۔

رہا یہ امر کہ پہلی تفسیر کسی وجہ سے بھی بہتر سمجھی جائے اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور اس کے تسلیم کرنے سے دوسری تفسیر کا باطل ہونا لازم نہیں آتا۔

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ حافظ ابن کثیر نے پہلی تفسیر کو احق اور علامہ قسطلانی نے احق و اولیٰ قرار دیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی دوسری تفسیر کو ’’مردود‘‘ نا قابل اعتنا، خطا، نا قابل قبول، منافی شان رسالت نہیں لکھا۔

اور پھر محبت اہل بیت ان حضرات کی تعظیم واحترام ان کے اعزاز وشرف کے لحاظ سے ان کی عزت وتکریم کی تاکید کر کے ان کے حقوق کی مراعات سے انکار پر تہدید بھی فرمادی ہے جس سے ان دونوں حضرات کی انتہائی حسن عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں دوسرے معنی سے انکار کرتے ہوئے اس طرح استدلال کیا ہے:

’’محبت اہل بیت کے معنی شان رسالت کے مناسب نہیں اس میں ایک گونہ تہمت ہے کیونکہ ایک کام کر کے اس کا نفع اولاد کے لئے چاہنا دنیا داروں کا کام ہے نیز ایسی حالت میں یہ آیت **وماتسئلھم علیه من اجر** وغیرہ آیتوں اور **قل مااسئلکم علیه من اجر** میں خود آپ کی فرمائی ہوئی نفی اجر کی صراحت کے منافی ہے۔‘‘(۱)

یہ قول ابن تیمیہ کے قول سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے اس کے جواب میں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ محبت اہل بیت کا نفع اگر ذات رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچتا ہوتا اس صورت میں آپ کا اس کی جانب مسلمانوں کو متوجہ کرنا مناسب نہ تھا لیکن جب یہ محبت، محبت رسالت کا جزو اور اس کے نفع کی طرح اس کا نفع بھی مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کو پہنچتا ہے ذات رسالت اس سے بے نیاز ہے تو اب اس کی جانب متوجہ فرمانا اسی طرح مناسب ہوگا جس طرح دوسرے دینی فرائض اپنی محبت خدا کا تقرب حاصل کرنے کی جانب رغبت دلانا پھر محبت اہل بیت کا اجر رسالت نہ ہونا پوری وضاحت سے بیان ہو چکا اور یہ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اجر رسالت تسلیم نہ کرنے کی صورت میں محبت اہل بیت کے معنی مراد لینے پر نہ کوئی خرابی لازم آتی ہے نہ کوئی محذور باقی رہتا ہے نہ کسی دوسری آیت سے منافات لازم آتی ہے ایسی حالت میں اس معنی سے انکار کی کوئی وجہ قرین صواب نہیں معلوم ہوتی۔

صاحب فتح البیان کہتے ہیں:

’’پہلے ہی معنی ابن عباس سے بروایت صحیحہ منقول ہیں اور ان کے شاگردوں کی کثیر جماعت نے پھر ان کے بعد والوں نے ان سے روایت کئے ہیں اور اس آیت کے منسوخ ہونے کی جو روایت ان سے مروی ہے وہ اس کے منافی نہیں کیونکہ کوئی امر اس بات سے مانع نہیں کہ یہ آیت مکہ میں اس وجہ سے نازل ہوئی ہو کہ کفار قریش آپ کی قرابت کی وجہ سے آپ سے محبت اور قرابت کی حفاظت کریں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ استثناء اصل سے جاتا رہا ہو۔

جن لوگوں نے مؤدت اہل بیت پر اس لفظ کو محمول کیا ہے ان کی روایت اتنی قوی نہیں جو ابن عباس کی اس روایت کا معارضہ ومقابلہ کر سکے جو ان سے بطرق کثیرہ مروی ہے۔

اسی طرح وہ روایات جو ان سے اس امر میں مروی ہیں کہ اس سے تقرب الٰہی مراد ہے قوی

۱۔ روح المعانی، از علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی البغدادی، جلد ۱۴، صفحہ ۵۱، تحت آیت مودہ۔

نہیں البتہ ان کو اس بات سے تقویت پہونچتی ہے کہ یہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک مرفوع ہے۔''

اس کے جواب میں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ محققین مفسرین نے اس آیت کے منسوخ ہونے سے صاف انکار کر کے اس قول کی پرزور تردید کی اور اس کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ سطور بالا میں یہ بحث تفصیل کے ساتھ گزر چکی۔

امام بغوی، امام ثعلبی جیسے اکابر محققین کے مقابلہ میں صاحب فتح البیان کا یہ قول تسلیم کر کے آیت کا منسوخ ہونا کیسے فرض کیا جا سکتا ہے؟ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ محبت الٰہی محبت رسالت محبت اہل بیت کے وجوب سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اگر واقعی وہ مسلمان ہے۔

اب رہا یہ کہ پہلی تفسیر سے متعلق روایات ضعیف ہیں جیسا کہ علامہ عسقلانی نے بھی تصریح کی ہے کہ:

''دوسری تفسیر پر مفسرین کی ایک جماعت نے زور دیا ہے اور اس کے ثبوت میں طبرانی و ابن ابی حاتم کی ذکر کردہ احادیث پیش کرتے ہیں لیکن یہ روایات ضعیف ہیں اور زجاج نے طاؤس و شعبی کی مروی احادیث کے مقابلہ میں ان روایات کو رد کر دیا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔ (آہ مختصرا)''

لیکن ایسی حالت میں جبکہ پہلی تفسیر سے متعلق روایات بھی مقطوع ہیں اور یہ بھی مقطوع سند روایت کے قوت وضعف کی وجہ سے پہلی تفسیر مقبول اور دوسری مردود نہیں ہو سکتی کیونکہ نہ وہ روایات حجت ہیں اور نہ یہ البتہ اگر پہلی تفسیر سے متعلق کوئی روایت مرفوع پیش کی جاتی تو وہ حجت ہو کر ان روایات مقطوعہ کو رد کر سکتی تھی اور ان حالات میں لفظ کی وسعت کے لحاظ سے دونوں نہیں بلکہ تینوں معنی مراد لئے جا سکتے ہیں خصوصاً جبکہ ان میں تطبیق ممکن ہے۔

ہاں ضعف وقوت سند کے لحاظ سے پہلی تفسیر راجح و اولیٰ قرار دی جا سکتی ہے اور بس چنانچہ محققین نے عموماً اس کو اولیٰ اشبہ ارجح احق ہی کہا ہے اور ان میں سے کسی نے بھی (مؤیدین و متبعین ابن تیمیہ کے سوا) صراحت کے ساتھ دوسری تفسیر کو ناقابل قبول نہیں قرار دیا بلکہ **ھذہ اقاویل السلف فی معنی الآیۃ** (آیت کے معنی میں یہ سلف کے اقوال ہیں) کہہ کر کسی حد تک دوسری تفاسیر کی تائید کی ہے۔

تطبیق کی صورت

ایسی صورت میں جبکہ تینوں معنی مراد لئے جا سکتے ہیں ان تفاسیر میں جمع و تطبیق کی صورت اختیار کرنا ہوگی جس کو علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس طرح ذکر کیا ہے:

''جس قدر اقوال و روایات ذکر کئے جا چکے ہیں وہ آل کے ساتھ قربیٰ کی تخصیص کے منافی نہیں کیونکہ ابن جبیر اور جن لوگوں نے بھی قربیٰ سے آل مراد لیا ہے ان کا یہ خیال ہے کہ قربیٰ کے باقی افراد کے اعتبار سے آل کی حفاظت زیادہ مؤکد ہے اور اس پر اقتصار سے حضور اقدس کی مؤدت اور آپ کی حفاظت کا مطلوب ہونا بطور اولیٰ سمجھا جاتا ہے کیونکہ جب آل کی حفاظت آپ کی وجہ سے مطلوب ہوئی تو خود آپ کی حفاظت زیادہ لائق و اولیٰ ٹھہری اسی وجہ سے حضرت ابن عباس نے حضرت سعید سے فرمایا کہ تم نے جلدی کی اور یہ نہیں کہا کہ تم نے خطا کی یا غلطی کی (اگر محبت اہل بیت کے معنی مراد لینا درست نہ ہوتے تو یقیناً آپ بھی فرماتے کہ تم نے غلطی کی اور خطا کے مرتکب ہوئے پس آپ کا یہ کہنا کہ تم نے جلدی کی ظاہر کر رہا ہے کہ یہ معنی بھی درست ہو سکتے ہیں)۔(۱)

دونوں تفسیروں میں تضاد نہ ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن جبیر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم آیت کی تفسیر کبھی اس عنوان سے اور کبھی اُس عنوان سے کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں تفسیریں درست ہو سکتی ہیں''

نیز یہ روایات اُس تفسیر مرفوع کے بھی متضاد نہیں ہیں جس میں محبت الٰہی کے معنی بیان کئے گئے ہیں کیونکہ اللہ کی محبت اور اس کے تقرب کا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اہل بیت کی مؤدت بھی ہے تو جو شخص محبت رسالت یا محبت اہل بیت کے معنی مراد لیتا ہے وہ لفظ کے بعض معنی ذکر کرتا ہے اور لفظ کے بعض معنی کا ذکر کرنا ان معانی کے منافی نہیں ہوتا جو اس کے متضاد نہ ہوں چہ جائیکہ ان معانی کے منافی ہو جائے جن کی طرف لفظ خود اشارہ کر رہا ہے۔''

اس تقریر سے تینوں معانی کے درمیان منافات کا نہ پایا جانا بخوبی واضح ہو گیا اور تینوں معنی میں جمع و تطبیق کی صورت روشن ہو گئی اب اس صورت کے اختیار کرنے سے تمام معانی یکساں طور پر قابل قبول ہو جاتے ہیں۔

۱۔ صواعق محرقہ از علامہ ابن حجر، تحت آیت مؤدت۔

علمائے امت کے اقوال اس آیت سے استدلال

اسی وجہ سے علمائے اہل سنت اکابرین امت نے اس آیت سے مؤدت اہل بیت پر استدلال کیا ہے۔ مثال کے طور پر صرف چند اکابر کے اقوال پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس آیۂ کریمہ سے استدلال کیا ہے:

۱۔ عارف معارف ربانی، کاشف دقائق سبحانی، حجۃ اللہ فی الارض حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس اللہ سرہٗ ومتعنا ببرکاتہ نے اپنی تفسیر میں تمام معانی آیت سے قطع نظر کر کے صرف محبت اہل بیت ہی مراد لی ہے اور اس پر پرزور استدلال فرمایا ہے۔

۲۔ امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں:

’’اور ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ذریت سے محبت اور ان کی تکریم و احترام واجب ہونے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور یہ حضرات سیدنا حسن و سیدنا حسین اور قیامت تک ان دونوں کی اولاد فاطمہ وغیرہا سے ہیں اور ہم سیدنا حسن و سیدنا حسین کے اور کسی صحابی کے درمیان باہم بزرگی دینے سے خاموش رہیں گے سوا ان حضرات کے جن کے بارے میں نص ثابت ہو چکی ہے اور ہم ہر اس شخص کو ناپسند کریں گے جو کسی شریف کو تکلیف پہونچائے اور ہم اس کو چھوڑ دیں گے اگرچہ وہ ہمارے عزیز ترین ساتھیوں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** کی تعمیل میں اور اس میں محبت سے خالی محبت ہی نہیں مراد ہے بلکہ محبت کا ثابت رہنا مراد ہے یہ ہمارا مذہب ہے خواہ اس شریف کا نسب (فاطمی علوی کا) ثابت ہو یا اس میں طعن کیا گیا ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی وجلالت کے لحاظ سے (آپ کی جانب انتساب ہو جانے کی وجہ سے ہم اس سے محبت و تعظیم پر مجبور ہیں اگرچہ وہ انتساب صحیح نہ ہو)۔

۳۔ امام حافظ شہاب الدین احمد الخطیب القسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

’’طبری کہتے ہیں معلوم کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سوا تمام لوگوں پر برگزیدگی بخشی اور اپنے فضل عظیم سے آپ کو اس خیر کے ساتھ مخصوص فرمایا

جو آپ کے شامل حال ہے تو آپ کی برکت سے ان حضرات کو بھی علو مرتبت بخشا جو نسب یا نسبت کی وجہ سے یا مددگاری وصحبت کے باعث آپ کی جانب منسوب ہیں اور آپ کے قرابت داروں سے محبت تمام انسانوں پر لازم کر دی اور آپ کے تمام معظمین اہل بیت اور آپ کی ذریت کی محبت فرض کر دی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ**۔‘‘(۱)

۴۔ حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد **ولقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احب الیّ ان اصل قرابتی** کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’قرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے صلۂ رحمی کرنا مجھ کو اپنے قرابت داروں سے صلۂ رحمی کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے بارگاہ رسالت میں قرب مکانی کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** کی رعایت کے باعث۔‘‘

۵۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

’’حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت پانچ چیزوں میں آپ کے برابر ہیں (پانچویں) محبت میں اللہ تعالیٰ نے (حضور اقدس کے متعلق) فرمایا **فاتبعونی یحببکم اللہ** (میری پیروی کرو اللہ تم کو دوست رکھے گا) اور (اہل بیت کے بارے میں) فرمایا **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** (آہ مختصرا)۔‘‘(۲)

۶۔ علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

’’اہل بیت کی محبت کا واجب ہونا اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** کے معنی سے ظاہر ہے۔‘‘

ایسا ہی ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں بھی ہے۔

۷۔ علامہ سید احمد زینی الدحلان، السیرۃ النبویہ میں فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے آپ کے قرابت داروں کی محبت تمام مخلوق پر لازم اور آپ کے اہل بیت و

۱۔ مواہب الدنیہ، جلد ۱، ذکر اولاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۔ تفسیر کبیر، جلد ۲۷، صفحہ ۵۹۵۔

ذریت کی محبت فرض کردی پس فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔''

۸۔ علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی مطالب السؤل میں فرماتے ہیں:

''معلوم کرو کہ جن حضرات کی محبت کا آیت میں سوال کیا گیا ہے وہ قرابت دار ہیں ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہوگا اس کے حق میں سب محبت بھی زیادہ قوی ہوگا۔

حضرت فاطمہ مادہ مؤدت اور رتبہ قرابت میں باعتبار درجہ بلند تر ہیں۔''

۹۔ علامہ سید محمد بدخشی مفتاح النجا میں فرماتے ہیں:

''پھر معلوم کرو کہ محبت اہل بیت واجب اور ان سے بغض حرام ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کی دلیل سے۔''

۱۰۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''واهل بیت بحکم قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی مفترض المحبت اند۔'' (آھ)

(اور اہل بیت کی محبت فرض ہے اس آیت قل لا اسئلکم الخ کے حکم سے)

۱۱۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ[1] کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

''باید دانست که ایں آیت دلیل اہلسنت است در مقابلہ نواصب که اثبات وجوب محبت اهل بیت بدان می کنند چنانچه قرطبی و دیگر علماء اهل سنت که بانواصب اهل شام مناظره ها داشتند ایں آیت را دریں مقام متمسک ساخته اند۔''

جاننا چاہئے کہ یہ آیت نواصب کے مقابلہ میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ اس سے محبت اہل بیت کا وجوب ثابت کرتے ہیں چنانچہ قرطبی اور دوسرے علماء اہل سنت جو نواصب اہل شام و مغرب سے مناظرہ کرتے رہے ہیں اسی آیت سے اس مقام پر استناد کرتے تھے ۱۲۔

۱۲۔ شارح سلم و مسلم حضرت ملا محمد مبین فرنگی محلی وسیلۃ النجاۃ میں فرماتے ہیں:

''پوشیدہ نہ رہے کہ محبت اولاد سید الکائنات ایمان کا پل ہے اور ایمان تمام نہیں ہوتا بغیر

۱۔ مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

دل سے ان کی محبت ارکان سے ان کی تعظیم سچائی ویقین کے ساتھ ان کے حقوق کی رعایت کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی اور اس کی تفسیر نبی مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضی وفاطمہ وحسنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ کی ہے۔ پس ہر مسلمان پر ان کی محبت فرض ہے۔''

۱۳۔ ملک العلماء مولانا شہاب الدین دولت آبادی مناقب السادات میں فرماتے ہیں:

''اور اہل بیت مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں ان کے بارے میں ھل اتیٰ اور قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی نازل ہوئی اور اسی بنا پر شاعر (فرزدق) کہتا ہے:

هم معشر حبهم دین و بغضهم — کفر و قربهم منجی و معتصم

(اہل بیت ایسا گروہ ہیں جن کی محبت دین اور جن کا بغض کفر اور جن کی نزدیکی موجب نجات وجائے پناہ ہے)

۱۴۔ مولانا ابو سعید وردی رسالہ مناقب امام اعظم میں فرماتے ہیں:

''عقد ششم در شرح شمه از مؤدت اهل بیت اطهار که بمقتضائے قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی دوستی شان مسئول و مطلوب آنجناب است صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم و بگفتن او مامورند عامۂ مسلمانان۔''

(چھٹا عقد اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت کے نمونے کی شرح میں بمقتضائے آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ان حضرات کی دوستی بارگاہ رسالت میں مطلوب اور اس کے کہنے پر تمام مسلمان مامور ہیں۔)

۱۵۔ معارف اکتناہ حضرت مولانا ولی اللہ فرنگی محلی صاحب تفسیر فرماتے ہیں:

''پس محبت ومودت آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بمقتضائے آیۂ کریمہ واخبار متواترہ بر ہر کس واجب است وبغض ایشان کفر است۔''

(پس آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت آیہ کریمہ اور اخبار متواترہ کی وجہ سے ہر شخص

پرواجب اوران سے بغض کفر ہے۔)

۱۶۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم   فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

(اے پیغمبر خدا کے اہل بیت! آپ کی محبت اللہ کی جانب سے قرآن میں جس کو اس نے اتارا ہے فرض ہے۔)

۱۷۔ حضرت شیخ شمس الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

رأیت ولائی اٰل طه فریضه   علی رغم اهل البعد یورثنی القربیٰ

میں نے آل طہ سے اپنی محبت فرض سمجھی اہل بعد کی خاک آلودگی کی بنا پر، جو مجھ کو تقرب ونزدیکی کا وارث بنادیتی ہے۔

فما طلب المبعوث اجرا علی الهدیٰ   بتبلیغه الا المودة فی القربیٰ

پس پیغمبر نے ہدایت پر کوئی مزدوری اپنی تبلیغ کے بدلہ میں نہیں مانگی مگر قرابت میں دوستی و محبت۔

اثبات مدعا کے لئے اتنے اقوال بطور تمثیل بیان کردئے گئے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ کے اور ہر دور کے اکابرین ملت نے اس آیہ کریمہ سے وجوب محبت اہل بیت پر استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ حسن الثواب والیہ المرجع والمآب فله الحمد والثناء والمجد والاعتلاء و نصلی ونسلم علی رسوله سید الانبیاء وصفوة الاصفیاء وعلیٰ اٰله وصحبه الیٰ یوم العرض واللقاء۔

۲۱ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ روز دوشنبہ

ختم کتابت ۳۰ شعبان سنہ مذکور

تعارف جامعہ چشتیہ ماضی اورحال کے تناظر میں

صوبہ اتر پردیش کا ایک مشہور ومعروف ضلع فیض آباد ہے جس کے قصبہ ردولی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس سرزمین میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کی ایک عبقری شخصیت مخدوم الاولیاء حضور شیخ العالم احمد عبدالحق علیہ الرحمہ آرام فرما ہیں جو سلسلۂ صابریہ کے مجدد ہیں جن کی مجددیت کو اغیار بھی تسلیم کرتے ہیں۔ خانقاہ ردولی شریف اکابر اولیاء اور اکابر علماء کی عقیدت کا گہوارہ اور مرکز رہی ہے۔ مغلیہ حکومت کے اختتام اور برطانوی سامراج کے استحکام نے جماعت اہلسنت کو ٹولیوں میں تقسیم کردیا جس سے مسلم معاشرہ میں سنگین مسائل پیدا ہوگئے، پھر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ اس چنگاری نے فروعی مسائل کے ذریعے اہلسنت والجماعت کی بنیاد کو کمزور کردیا اور مسلک حقہ جو خانقاہوں میں رائج تھا اس پر بھی انگشت نمائی شروع ہوگئی۔ جس سے ردولی شریف کی معروف خانقاہ بھی متاثر ہوگئی اور اہلسنت والجماعت میں تعلیم کا ایک زبردست خسارہ ہوا۔ ان تمام وجوہات کی پیش نظر ہمدرد اہلسنت حضور نیر ملت (سجادہ نشین خانقاہ ردولی شریف) کے دادا حضور شاہ آفاق احمد احمدی علیہ الرحمہ نے دارالعلوم مخدومیہ کی بنیاد رکھی اور بذات خود اس ادارے کی سرپرستی فرماتے رہے یہ اس دور کی بات ہے کہ جب ردولی شریف کے اطراف واکناف میں اہلسنت کا کوئی معتبر ادارہ نہیں تھا۔ پھر آپ کے بعد آپ کے پوتے حضور نیر ملت نے ایک مدت تک سرپرستی فرمائی اور محنت

شاقہ سے ادارے کو پروان چڑھایا اور علوم دینیہ واحیاءِ سنیت نیز تحفظ شریعت کے لئے سعی خاص فرماتے رہے مگر کلی طور مسلک حقہ کی نشر و اشاعت ہونے میں چند شدت پسند علماء کی ذات مانع رہی۔ پھر آپ اس ادارے سے دستبردار ہو گئے۔ چونکہ اسلامی بیداری کی لہر نے اس بات کا شدید احساس پیدا کر دیا تھا کہ تحریکی ضروریات کی بنیاد پر ایک جامع، مناسب، متحرک اور مؤثر نظام تعلیم و تربیت ترتیب دیا جائے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک طرف اگر طلبہ میں علوم دینیہ کی ماہرانہ صلاحیت پیدا کرے تو دوسری طرف ضروری عصری علوم سے بھی انھیں بہرور کرے چنانچہ اسی احساس کے تحت ۱۹۹۹ء میں خانقاہ شیخ العالم میں جامعہ چشتیہ کی بنیاد رکھی اور اپنی خاص توجہ سے یہاں ایک جامع اور مربوط نصاب تعلیم نافذ العمل کر دیا جس میں اسلامیات اور عربی زبان و ادب کے ساتھ بعض اہم عصری مضامین کو ایک خاص توازن کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔ نیز شریعت مطہرہ کی تدریس کے لئے تقابلی انداز اختیار کیا گیا کہ مسلکی تعصب کا خاتمہ ہو اور طلبہ اسلامی روح اور اس کی اسپرٹ کو سمجھ سکیں اور رفتہ رفتہ حضور نیر ملت کی سعی پیہم اور جہد مسلسل سے یہ ادارہ ایک جامعہ کی شکل اختیار کر گیا اور تقریباً پندرہ سو طلبہ و طالبات زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو رہے ہیں جن میں دو سو سے زائد بیرونی طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام و انصرام خود ادارہ کے ذمہ میں ہے۔

چنانچہ ادارہ بحیثیت جامعہ نہایت ہی منظم تعلیم کے ساتھ اپنی ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ اسلامیات سے متعلق شعبۂ حفظ قرآن بہ رعایت تجوید و حدر، شعبۂ قرأت بہ روایت حضرت امام حفص رحمۃ اللہ علیہ، درس نظامیہ از اعدادیہ تا فضیلت، مدارس اسلامیہ کا انتخاب شدہ عالم کا کورس، شعبۂ تصنیف و تالیف، اسلامی

معلومات عامہ اور طلبہ کی معلومات عامہ کے لئے مرکزی نظامی (دارالمطالعہ) لائبریری کا قیام نیز عوام و خواص کو مسائل شرعیہ سے آشنا کرانے کے لئے ۲۰۰۹ء میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا۔

ردولی اور اطراف ردولی میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے کے لئے شعبۂ پرائمری اول تا پنجم مضامین اردو، ہندی، انگریزی، دینیات، اسلامی سائنس اور جغرافیہ وغیرہ۔ یونہی چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول گورمنٹ کے منظور شدہ کورس کے ساتھ اسلامی تواریخ بھی داخل ہیں۔ جامعہ، پرائمری و ہائر سکنڈری اسکول میں تدریسی و غیر تدریسی ملازمین کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے۔

جامعہ چشتیہ کا اگلا منصوبہ چشتیہ گرلس کالج کا قیام ہے معاشرے میں بگڑتے ہوئے ماحول اور تعلیمی فقدان کو مدنظر رکھتے ہوئے قوم کی بچیوں کو علوم دینیہ و عصریہ سے مزین کرنے کی فکر نیر ملت کے دامن گیر ہوئی۔ اور اسی فکر کی تعمیل کے لئے محلہ پورے میاں میں ایک وسیع آراضی جو ۶ بیگھے پر مشتمل ہے، کی بنیاد ۲۰۱۰ء میں آپ کے دست اقدس سے رکھ دی گئی ہے اور اس کا تعمیری کام جاری ہے جس کی لاگت تخمیناً تین کروڑ روپئے ہے۔

یہ سارا کچھ مخدوم الملت والدین کا فیض اور حضور نیر ملت کی کد و کاوش کا ثمرہ ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب قدیر ادارے کو حاسدین کی حسد سے محفوظ و مامون رکھے اور حضور نیر میاں صاحب قبلہ کو عمر خضر عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔

بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیٰ خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

ترسیل زر وخط وکتابت کا پتہ

شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں

ناظم اعلیٰ جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

پوسٹ ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی (انڈیا) پن کوڈ - 225411

ملک بھر میں کہیں سے بھی بینک آف بڑودہ کی کسی بھی شاخ سے رقم مدرسہ کے حسب ذیل اکاؤنٹ میں کور بینکنگ کے ذریعہ سیدھے منتقل کی جاسکتی ہے:

1. A/C FOR CHISHTIA SCHOOL

CHISHTIA SCHOOL A/C NO - 27550100015088
IFSC CODE - BARB0RUDUAL
MICR CODE - 225012502, BANK OF BARODA,
RUDUALI BRANCH

2. A/C FOR ZAKAT FUND

MADARSA JAMIA CHISHTIA
A/C NO - 27550100003050
IFSC CODE - BARB0RUDUAL
MICR CODE - 225012502, BANK OF BARODA,
RUDUALI BRANCH

3. A/C FOR GENERAL FUND

CHISHTIA EDUCATIONAL SOCIETY
A/C NO - 27550100000819
IFSC CODE - BARB0RUDUAL
MICR CODE - 225012502, BANK OF BARODA,
RUDUALI BRANCH

Web:- www.makhdoom-e-rudauli.org

E-mail: - jamiachishtia@yahoo.co.in